یوناہ
بحالی کا پیغمبر

خُدا کی آفاقی محبت کی سچائی کا بائبلی مطالعہ

مصنف: ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز
مترجم: ڈاکٹر فیاض انور

یوناہ

مصنف

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم

ڈاکٹر فیاض انور

ناشرین: وِننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

جملہ حقوق بہ حق ناشرین محفوظ ہیں

ناشرین--------------ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

مصنف--------------ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم--------------ڈاکٹر فیاض اَنور

پروف رِیڈنگ------------پادری مالک الماس، پادری مجبوب

نظرِ ثانی------------روبن جان، پروفیسر شاہد صدیق گل

معاونین------------جینفر فیاض، زینت ناز

کمپوزنگ------------ڈاکٹر فیاض اَنور

تعداد--------------ایک ہزار

بار--------------اوّل

جولائی ۲۰۲۵ء

پتہ: مریم صدیقہ ٹاؤن چن دا قلعہ، گوجرانوالہ

رابطہ: 03007499529,03462448983

اِنتساب

میتھیوہنری، ولیم میکڈونلڈ اورڈاکٹر اسلم ضیائی کے نام

جن کی مسیحی اُردو ادب میں یوناہ پرقابلِ قدرتفاسیر موجود ہیں۔

مترجم

فہرست مضامین

		صفحہ
اِظہارِخیال	ایلڈر کامل ناصر	5
اِظہارِخیال	ڈاکٹر فنی ایل رشید	7
باب اول	یوناہ کا تعارُف	8
باب دوم	یوناہ خُدا کے حضور سے بھاگ جاتا ہے	15
باب سوم	ناخُدا کا حکم	21
باب چہارم	قرعہ ڈالنا	25
باب پنجم	حل	43
باب ششم	یوناہ پاتال میں	55
باب ہفتم	یوناہ نینوہ کے خلاف منادی کرتا ہے	68
باب ہشتم	یوناہ کی ناراضی	80
	مصنف کے بارے میں	92
	مترجم کے بارے میں	94

اِظہارِ خیال

یوناہ نبی جو کہ کلامِ مقدس کے حصہ اوّل یعنی عہدِ عتیق میں اَنبیائے اصغر کے سلسلے کی پانچویں کتاب اور یوناہ نبی پر تحریر کی جانے والی واحد کتاب ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ اِس کا مصنف نامعلوم ہے۔ بعض علماء کے خیال میں اِس کو یوناہ نبی نے تحریر کیا تھا۔

زیرِ نظر کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں مصنف کی تحقیقی عرق ریزی، رُوحانی بلوغت اور پیشہ ورانہ مہارت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ مصنف نے اِس مطالعاتی اور تحقیقی کتاب میں کئی ایک باتوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ بائبل مقدس کے واقعات اور اَنبیا کی کہانیاں محض قصے اور داستانیں نہیں ہیں۔ بائبل مقدس (بالخصوص عہدِ عتیق) صرف ماضی کی یادیں نہیں بلکہ یہ خدا کا وہ کلام ہے جس کے تمام واقعات میں مسیح موجود ہے۔

مصنف نے اس کتاب کے ذریعے یوناہ، نینوہ، یروشلیم، کلیسیا اور مسیح کا تعلق نہایت عمدگی سے واضح کیا ہے۔ ہر کسی کے اپنے خیالات ہو سکتے ہیں، لیکن بلاتعصب اِس کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں اِس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آج ہم بھی یوناہ، نینوہ اور یروشلیم کی مانند ہیں، لیکن خُدا کا شکر ہے کہ رُوح القدس ہمیں اِس جانب لے کر جاتا ہے جہاں ہم مسیح کی عقل رکھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

اِس کتاب کے ہر باب میں مصنف نے بڑی تفصیل اور عمدگی سے تمام باتوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اور اِس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کلامِ مقدس کی تہذیب اور ترتیب کا کوئی ثانی نہیں اور یہ مسیح کی گواہی دیتی ہے۔

یوحنا ۵: ۳۹ ''تم کتاب مقدس میں ڈھونڈتے ہو کیوں کہ سمجھتے ہو کہ اُس میں ہمیشہ کی زندگی تمہیں ملتی ہے اور یہ وہ ہے جو میری گواہی دیتی ہے۔''

یہ کتاب لائقِ مطالعہ ہے اور اُردُو قارئین اپنے مضامین، وعظ اور روزمرہ زندگی میں اِس کتاب سے اِستفادہ کر سکتے ہیں۔

آخر میں میرے عزیز بھائی ڈاکٹر فیاض اَنور خاص مبارک باد کے مستحق ہیں جو مختصر وقت میں نہ صرف

اِتنی معیاری کُتب سے کلیسیائے پاکستان کا تعارف کرواتے ہیں بلکہ اِنتہائی اعلیٰ درجہ کی ترجمہ نگاری سے کتاب کی اصل رُوح کو بھی برقرار رکھتے ہیں، جس سے اُردُو زبان میں اِس کتاب کے مطالعے کا لطف دوبالا کر دیتے ہیں۔

خادم

ایلڈر کامل ناصر

ماڈریٹر یو۔پی کلیسیائے پاکستان

اِظہارِ خیال

ڈاکٹر فیاض انور کے وسیلہ سے اُردو ترجمہ اِس خزانے کو ایک نئی زبان میں زندہ کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا ترجمہ ہے جو قاری کے دل کو چھو جائے گا اور اُن کے ذہن کو جگا دے گا۔ مترجم کی کاوش نہایت شفاف، وفاداری اور فکری لحاظ سے قابلِ قدر ہے، جو اصل پیغام کی رُوح کو مکمل طور پر منتقل کرتی ہے۔

یہ کتاب اُن کے لیے ہے جو خُدا کے رحم میں اپنی کہانی تلاش کرنا چاہتے ہیں اور توبہ کی طرف مائل ہونے والی اقوام کے لیے خُدا کے فضل اور رحم کو بیان کرتی ہے۔ لہٰذا اِس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں، یہ صرف یوناہ کی نہیں بلکہ ہماری اپنی بھی کہانی ہے۔

میری خُدائے قادرِ مطلق سے استدعا ہے کہ یہ کتاب کلیسیائے پاکستان کے لیے کلامِ خُدا کی سمجھ اور رُوحانی بصیرت کا سبب بنے۔ آمین

ڈاکٹر فی ایل رشید

باب اول

یوناہ کا تعارُف

شاید یوناہ نبی، بائبل کے تمام اَنبیا میں سب سے زیادہ پُر پیچ نبی ہے۔ اُس کی نبوتوں اور اُس کی اپنی ذات کو کئی ایک زاوِیوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ اِسرائیل، کلیسیا اور مسیح کی زمین پر دونوں آمدوں کا ایک نبوتی نمونہ ہے۔

بہ طور اِسرائیل کا نمونہ اُس نے خُدا کی نافرمانی کی اور جب اُسے ایک مچھلی نے نگل لیا تو اُس نے موت کی تنزلی کی جانب سفر شروع کر دیا۔ جلد ہی اِسرائیل کو بھی ایک بڑی مچھلی یعنی نینوہ ''مچھلی کا شہر'' نے نگل لیا۔

بالآخر یوناہ مُردوں میں سے جی اُٹھا یہ بالکل ویسے ہی ہے، جیسے اِسرائیل کے گم شدہ قبائل کو بھی اخیر زمانے میں مُردوں میں سے زِندہ کیا جائے گا۔

کلیسیا بھی خُدا کی اُتنی ہی نافرمان رہی، جتنا اِسرائیلی یوناہ کے زمانے میں تھے۔ دِل چسپ بات یہ ہے کہ اِبتدائی کلیسیا اکثر اپنی شناخت مچھلی (یونانی: Ichthys) کے نشان سے کرتی تھی، جو کہ یونانی زبان کے اَلفاظ "Iesus Christou Theou(h)yios Soter" کا مخفف ہے۔ اِس کا مطلب ہے ''نجات دِہندہ یسوع مسیح خُدا کا بیٹا۔''

یسوع نے اپنے شاگردوں کو بُلایا اور آدم گیر بننے کے لیے اُن کی تربیت کی۔ پھر اُن کو اِرشادِ اعظم دیا گیا جسے اُنھوں نے یوناہ کے نینوہ میں منادی کرنے کے ساتھ منسوب کیا۔ اگرچہ اِبتدائی کلیسیا یسوع مسیح کے جی اُٹھنے کے بعد پہلی چند صدیاں کافی کامیاب رہی، لیکن بعد میں وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئی۔ اُنھوں نے آدم گیری کی بجائے رُوحوں کو شکار کرنا شروع کر دیا، اکثر وہ دُنیا کو تبدیل کرنے کے لیے تشدد اور سیاسی طاقت کا اِستعمال کرنے لگے۔ یہ وہ طریقہ نہیں تھا جو یسوع مسیح نے اُن کے لیے مقرر کیا تھا۔ یوں کلیسیا فوراً خُدا کے حضور سے دُور چلی گئی جیسے یوناہ چلا گیا تھا۔

تاہم، کلیسیا کے ساتھ بالکل یوناہ کی طرح دوبارہ جی اُٹھنے کا وعدہ کیا گیا۔ کلیسیا میں اِرشادِ اعظیم کی عظیم

تکمیل پہلی قیامت کے بعد بادشاہی دَور کے آغاز میں دیکھی جائے گی۔

بالآخر یوناہ مسیح کی بھی ایک مثل ہے، جیسا کہ ہم متی ۱۲: ۴۰ میں یسوع مسیح کے کہے ہوئے اَلفاظ میں دیکھتے ہیں۔ لہٰذا یسوع مسیح اِس نمونے کو پورا کرنے کے لیے مُوا، دفن ہوا اور مُردوں میں سے جی اُٹھا، اگرچہ وہ بے گناہ تھا۔ حالاں کہ یوناہ، اِسرائیل اور کلیسیا اپنے گناہوں کی وجہ سے مرے، جب کہ یسوع دُوسروں کے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لیے مُوا۔

یوناہ (فاختہ)

یوناہ کا موازنہ یسعیاہ سے کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ اُس کا مسیح کی موت کا مکاشفہ اُتنا ہی واضح ہے جیسا کہ یسعیاہ ۵۳ باب میں بیان کیا گیا ہے۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ یوناہ کے نام کا مطلب ''فاختہ'' ہے اِس لیے یہ احبار ۱۴ باب میں کوڑھیوں کو پاک کرنے کی شریعت میں موجود پیشین گوئی کو پورا کرتا ہے، جب کہ یسعیاہ جس کے نام (yasha) کا ماخذ وہی ہے جو ''یشوع'' یعنی ''یسوع'' کے نام کا ماخذ ہے، جو مسیح کو اُس کے کردار میں بہ طور گناہ کی قربانی پیش کرتا ہے۔

یوناہ اور یسعیاہ دونوں اِس اِعتبار سے عالم گیریت کے حامل ہیں کہ وہ دونوں اِسرائیل کی سرحدوں سے پار جھانکتے ہیں اور دُنیا کی نجات کو بہ طور حتمی مقصد دیکھتے ہیں۔ یوناہ چارو نا چار نینوہ میں منادی کرتا ہے جب کہ یسعیاہ بڑے جوش و خروش سے اِسرائیل کے قدوس، جو تمام رُوئے زمین کا خُدا ہے اُس کے بارے میں بات کرتا ہے (یسعیاہ ۵۴: ۵)۔ یہاں ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ یوناہ غیر اَقوام کے ہیکل میں پرستش کے لیے آنے میں ناخوشی کا اِظہار کرتا ہے جب کہ یسعیاہ اِس بات کو بیان کرتا ہے کہ خُدا کی ہیکل غیر اَقوام کی بھی اُتنی ہی ہے جتنی یہ اِسرائیلیوں کی ہے، وہ لکھتا ہے ''میرا گھر سب لوگوں کی عبادت گاہ کہلائے گا'' (یسعیاہ ۵۶: ۷)۔

یسعیاہ اور یوناہ مذہبی قوم پرستی کے مسئلے پر بات کرتے ہیں جو اُس وقت رائج تھا۔ یسوع مسیح کی طرح یسعیاہ بغیر کسی اِعتراض کے منادی کرتا ہے، تاہم یوناہ بہ طور اِسرائیل اور کلیسیا کا نمونہ اِس منصوبے کی مخالفت کرتا ہے، لیکن بالآخر خُدا کی مرضی سے اِس پر قابو پا لیا جاتا ہے۔ عالم گیر نجات کا یہ تصور نئے عہد نامے کے دَور تک پوری طرح واضح نہیں تھا، تاہم اِس کی بنیاد موسیٰ کی شریعت میں پیمایش، وزن اور پیمانے میں برابری

پر مبنی تھی (احبار ۱۹: ۳۳-۳۶)۔

اِلٰہی سچائی کا فرزند

یوناہ ۱:۱ کا آغاز اِن اَلفاظ سے ہوتا ہے۔

''خُداوند کا کلام یوناہ بن امتی پر نازل ہوا۔''

یوناہ کے باپ کا نام یعنی امتی ''میری سچائی'' تھا جو عبرانی زبان کے لفظ ''امیت'' (emeth) سے نکلا ہے جس کے معنی ''قابلِ بھروسا سچائی، وفاداری اور یقین دِہانی'' ہیں۔ اُس کا نام خُدا کی سچائی کی گواہی دیتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُس کا بیٹا یوناہ کس طرح اِلٰہی سچائی کا مظہر تھا۔ یہ نام ایک عظیم سچائی کا پیش خیمہ ہے جو کہ یوناہ کی زِندگی اور خدمت کو ظاہر کرتا ہے۔ امتی کے بارے میں دُوسرا حوالہ ۲۔ سلاطین ۱۴: ۲۵ میں ملتا ہے۔

''اور اُس (یربعام دوم) نے خُداوند اِسرائیل کے خُدا کے اُس سخن کے مطابق جو اُس نے اپنے بندہ اور نبی یوناہ بن امتی کی معرفت جو جات حفر کا تھا فرمایا تھا اِسرائیل کی حد کو حمات کے مدخل سے میدان کے دریا تک پھر پہنچا دیا۔''

یوناہ جات حفر یا جات کفر سے تھا جس کے معنی ''کولھو کی کھدائی'' ہے اور یہ زبولون کا قصبہ تھا (یشوع ۱۹: ۱۰) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہِ اِسرائیل یربعام دوم نے اِسرائیل کی سرحدوں کو بحال کیا جیسا کہ یوناہ نے ایک نامعلوم پیشین گوئی میں کہا۔ اِس کا مطلب ہے کہ یوناہ یربعام دوم کے زمانے سے قبل موجود تھا جس نے اُسے ہوسیع کا ہم عصر بنا دیا، جس نے یربعام کے زمانے تک کی دِہائیوں میں پیشین گوئیاں کیں (ہوسیع ۱:۱)۔

نینوہ اور نینوس

یوناہ ۱:۲ میں لکھا ہے کہ خُداوند کا کلام نبی پر نازل ہوا۔

''کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نینوہ کو جا اور اُس کے خلاف منادی کر کیوں کہ اُن کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے۔''

نینوہ اسُور کا دارالحکومت تھا اور یہ قوم بہت جلد اِسرائیل کے گھرانے کو فتح اور اسیر کرنے والی تھی

(۷۴۵۔۷۲۱ ق م)۔ اِس شہر کو نمرود نے تعمیر کیا تھا جس نے پہلے بابل کے شہر کو بنایا تھا کیوں کہ ہم پیدایش ۱۰: ۸۔۱۱میں پڑھتے ہیں:

''اور کوش سے نمرود پیدا ہوا۔ وہ رُویِ زمین پر ایک سورما ہوا ہے۔ خُداوند کے سامنے وہ ایک شکاری سورما ہوا ہے۔ اِس لیے یہ مثل چلی کہ خُداوند کے سامنے نمرود سا شکاری سورما۔ اور اُس کی بادشاہی کی اِبتدا مُلکِ سنعار میں بابل اور اِرک اور اَکاد اور کلنہ سے ہوئی۔ اُسی مُلک سے نکل کر وہ اسُور میں آیا اور نینوہ اور رحوبات عیر اور کلح کو۔ اور نینوہ اور کلح کے درمیان رسن کو جو بڑا شہر ہے بنایا۔''

یونانی اور رومی مورخین نینوہ کو ''نینوس'' کے نام سے جانتے تھے جو نینوہ کا بانی اور سیمرامس کا شوہر تھا۔ اِس لیے پیدایش کی کتاب میں نینوس نمرود ہے۔ تاہم لغات ہمیں اِس نام کے معنی کے بارے میں کچھ نہیں بتاتیں۔ یہ ہمیں صرف اِتنا بتاتی ہیں کہ یہ اُس کا حقیقی نام تھا۔ لیکن عبرانی کے حرف ''نون'' کا مطلب ''مچھلی'' ہے اور یوناہ کی کہانی نینوہ یا نینوس کو بڑی مچھلی کے ساتھ جوڑتی ہے۔ یوں نینوہ کا مطلب ''مچھلی کا شہر'' یا ''شہرِ ماہی'' ہے۔ جب یوناہ کو نینوہ جانے کے لیے بلایا گیا تو وہ دُوسری سمت کو بھاگ گیا لیکن آخر کار وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گیا جو نینوہ کو ظاہر کرتی ہے۔

قانونی معائنہ

یوناہ سے کہا گیا کہ وہ نینوہ کے خلاف منادی کرے۔ لیکن اِس بلاہٹ میں بہ ظاہر اُس سے کہیں زیادہ بیان کیا گیا تھا جو یوناہ ۱: ۲ میں درج کیا گیا ہے۔ ایک قوم پرست نبی کو شہر کی تباہی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ دُوسری سمت کو بھاگ گیا جیسا اُس نے بعد میں کہا: ''میں جانتا تھا کہ تو رحیم و کریم خُدا ہے جو قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی ہے'' (یوناہ ۴: ۲)۔ یوناہ ۱: ۲ میں یہ بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی متن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ آیا خُدا نے براہِ راست یوناہ کو بتایا یا نبی نے خود سے اِس بات کو سمجھا کہ خُدا اُس کی منادی کے وسیلے شہر کو بچانے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ نبی کو وہاں بھیجنے کی اِلٰہی وجہ یہ تھی کہ ''کیوں کہ اُن کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے'' (یوناہ ۱: ۲)۔ یہ اِلٰہی عدالت میں ایک قانونی مقدمے کو ظاہر کرتا ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ کس نے نینوہ کے

خلاف مقدمے میں اپیل کی ۔ یہ کوئی اِسرائیلی ہوسکتا ہے، شاید یہ یوناہ خود یا نینوہ کے شہر سے کوئی شخص ہوسکتا ہے۔

سابقہ مثال میں سدوم اور عمورہ میں رہنے والے راست باز لوگ اپنے شہروں کے خلاف اِلٰہی اِنصاف کے لیے رحم کا سبب بنے۔ پیدایش ۱۸: ۲۰-۲۱ میں لکھا ہے۔

''پھر خُداوند نے فرمایا چوں کہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا اور اُن کا جرم نہایت سنگین ہوگیا ہے۔ اِس لیے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ کیا اُنھوں نے سراسر ویسا ہی کیا ہے جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کرلوں گا۔''

کیوں کہ سدوم اور عمورہ کے لوگوں نے اِنصاف کے لیے خُدا سے فریاد کی تھی، خدا نے اُس پر کان دھرا اور اُن شہروں کی تفتیش کی۔ اِس طرح کی قانونی تفتیش کے لیے اِصطلاح ''ملاحظہ'' اِستعمال کی جاتی ہے جو اِلٰہی تفتیش کو ظاہر کرتی ہے تاکہ اِلٰہی عدالت کے سامنے شواہد اِکٹھے کیے جاسکیں۔ جب جمع شدہ شواہد جُرم کو ثابت کرتے ہیں تو عدالت کو لازمی اُس رحم کے درجے کا تعین کرنا چاہیے جو کیا جاسکتا ہے۔

پس خُدا اَبرہام کے پاس آیا کیوں کہ وہ چنا ہوا ''شفاعت کنندہ'' تھا (پیدایش ۱۸: ۱۷- ۱۹)۔ اِس معاملے میں شفاعت شہر کو تباہی سے بچانے میں ناکام ہوئی کیوں کہ سدوم اور عمورہ میں دس راست باز بھی نہیں تھے (پیدایش ۱۸: ۳۲)۔

عہدِ جدید میں یوحنا اِصطباغی یہودِیہ اور یروشلیم کے لوگوں کو اُس ملاحظے کے وقت توبہ کی منادی کے لیے بھیجا گیا تاکہ اُن کو رحم کا موقع ملے۔ وہ آیا اور ''گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔''

یہ کوشش بھی رحم کے حصول میں ناکام رہی، چناں چہ یوناہ نے کہا ''اب تو درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہے'' (لوقا ۳: ۹)۔ یہاں تک کہ یوحنا نے اُنھیں یہ بھی کہا کہ وہ اَبرہام کو اپنا باپ کہہ کر رحم کی فریاد نہیں کر سکتے (لوقا ۳: ۸)۔ بے پھل درخت کا انجام کاٹ دیا جانا تھا۔ یوحنا کے قتل کے بعد یہودِیہ کے بے پھل اِنجیر کے درخت کو کاٹنے کا حکم دینے سے پہلے یسوع مسیح تین سال ملاحظہ کرنے والے گروہ کی قیادت کرتا رہا (لوقا ۱۳: ۷)۔

یسوع کی اِس ملاحظہ کرنے کی خدمت کے اِختتام پر وہ شہر یروشلیم پر رویا اور کہا ''تُو نے اُس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ پر نگاہ کی گئی'' (لوقا ۱۹:۴۴)۔

یہ اِصطلاح کئی بار کنگ جیمز ورژن (KJV) میں بڑی دُرستی سے اِستعمال کی گئی ہے (دیکھیں یرمیاہ ۸:۱۲؛ ۱۰:۱۵؛ ۱۱:۲۳؛ ۲۳:۱۲؛ ۴۸:۴۴؛ ۵۱:۱۸)۔ جب کہ نیو اَمریکن اسٹینڈرڈ بائبل (NASB) نے اِس کا ترجمہ ''سزا'' دُرست نہیں کیا۔

اگر چہ یہ دُرست ہے کہ مجرموں کو سزا دی جاتی ہے لیکن یہ سزا ملاحظے اور تفتیش کے اِختتام پر دی جاتی ہے۔ لہٰذا عدالت (یا سزا) ملاحظے یا تفتیش کے مترادف نہیں ہے۔

نینوہ یروشلیم کو مجرم ٹھہراتا ہے

سدوم اور یروشلیم کی مثالیں ہمیں اِلٰہی ملاحظے سے پہلے کے قانونی تفتیشی عمل کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ بہ ظاہر نینوہ کے مصیبت زدّہ لوگوں نے خُدا سے فریاد کی کہ اُن کے ساتھ ہونے والی نااِنصافیوں کے بدلے اُن کے شہر کا اِنصاف کیا جائے۔ اِلٰہی عدالت میں اِس کا آغاز ایک تفتیش سے شروع ہوا اور یوناہ کو وہاں بھیجا گیا کہ وہ اُن کو آنے والے غضب کے بارے میں خبردار کرے۔

لیکن نینوہ کے لوگوں نے توبہ کر لی اور بچ گئے۔ تارِیخ میں یہ ایک بڑی منفرد مثال ہے اِس لیے ہمیں اپنے آپ سے لازمی یہ پوچھنا چاہیے کہ کس بات نے اِسے منفرد بنایا۔ درحقیقت یروشلیم خود اِلٰہی ملاحظے کے وقت مجرم پایا گیا، اِس لیے اِس کا موازنہ نینوہ کی مثال سے کیا جا سکتا ہے۔

یسوع نے متی ۱۲:۴۱ میں یروشلیم کے لوگوں سے کہا:

> ''نینوہ کے لوگ عدالت کے دِن اس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر اِن کو مجرم ٹھہرائیں گے کیوں کہ اُنھوں نے یوناہ کی منادی پر توبہ کر لی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یوناہ سے بھی بڑا ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ نینوہ کے لوگوں کی توبہ نے اُنھیں یروشلیم کو مجرم ٹھہرانے کا حق دیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ پچھلی آیات میں یسوع نے اپنے آپ کو یوناہ سے مشابہ ٹھہرایا، اِس کا مطلب ہے کہ یوناہ میں مسیح کی رُوح تھی

جو نینوہ کے خلاف منادی کر رہی تھی۔ یوناہ نے نینوہ میں مسیح کی نمائندگی کی اور نینوہ نے توبہ کر لی۔ لیکن یوناہ سے بھی بڑا یروشلیم میں آیا اور یہاں توبہ کی منادی کی، لیکن یہاں کے نتائج نینوہ کے بالکل برعکس تھے۔ چوں کہ یروشلیم کے پاس وہ آیا جو یوناہ سے بڑا تھا اِس لیے یروشلیم کسی بھی صورت میں لاعلمی کا بہانہ نہیں کر سکتا۔ مسیح بہت سے معجزات اور نشانات کے ساتھ آیا جب کہ یوناہ کے پاس محض ایک نشان تھا کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں رہا۔

یوناہ کا تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ خُدا کے بارے میں بہت کم علم رکھنے والے بھی توبہ کر لیں گے، اگر وہ صداقت کے فرزند سے خُدا کے کلام کو سن سکتے ہیں۔ یروشلیم کو ایک بڑا موقع دیا گیا لیکن اُس نے اُس بڑے گواہ کو رڈ کر دیا۔ یوں نینوہ کے لوگ خُدا کی عدالت میں یروشلیم کے خلاف گواہی دینے کے لیے بلائے جائیں گے۔

یہاں یسوع جس نکتے کو بیان کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ خُدا کوئی تنگ نظر قوم پرست نہیں جو محض اِسرائیلیوں اور یہودیوں کو بچانا چاہتا ہے۔ اِس وجہ سے اُس نے اکثر سامریوں، یونانیوں، کنعانیوں اور رومیوں کے عظیم اِیمان کا موازنہ یہودیوں کے کم زور اِیمان سے کیا (متی ۸: ۱۰؛ لوقا ۷: ۹)۔ اِس بات نے اِرشادِ اعظم اور پولس کی قوموں میں خدمت کے راستے کو ہموار کیا۔

باب دوم

یوناہ خُدا کے حضور سے بھاگ جاتا ہے

یوناہ ۱:۳ میں لکھا ہے:

''لیکن یوناہ خُداوند کے حضور سے ترسیس کو بھاگا اور یافا میں پہنچا اور وہاں اُسے ترسیس کو جانے والا جہاز مِلا اور وہ کرایہ دے کر اُس میں سوار ہوا تا کہ خُداوند کے حضور سے ترسیس کو اہلِ جہاز کے ساتھ جائے۔''

یوناہ اِسرائیل کے شمالی علاقے زبولون کا رہایشی تھا، وہاں سے وہ جنوب کے نشیبی علاقے یافا کی بندرگاہ پر پہنچا۔ یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ یوناہ کتنے درجات پر گراوٹ کی جانب بڑھتا رہا؟۔ یافا کے نشیبی علاقے میں جانے کے بعد وہ جہاز میں اُس کے تہ خانے میں چلا گیا۔ جب سمندر میں طوفان اُٹھا تو ''یوناہ جہاز کے اندر پڑا سو رہا تھا'' (یوناہ ۱:۵)۔

وہاں سے اُسے جہاز کے اُوپر لایا گیا اور اُسے سمندر میں پھینک دیا گیا اور پھر وہ مچھلی کے پیٹ میں چلا گیا اُس وقت وہ ''پہاڑوں کی تہ تک غرق ہو گیا'' (یوناہ ۲:۶)۔ خُدا کی حضوری سے بھاگنا لوگوں کو ہمیشہ گراوٹ کا شکار کر دیتا ہے۔

عبرانی طرزِ فکر میں یروشلیم کی جانب اُوپر جانا یا فلسطین کی سرزمین کی طرف نیچے آنا ایک مشہور اِستعارہ تھا۔ یروشلیم پہاڑ کی چوٹی پر تھا، یوں یروشلیم کی طرف جانا خُدا کے علم کے جلال کے درجات میں بلند ہونے کی علامت تھا۔ اِس کے برعکس اگر کوئی نیچے آتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اُن اَقوام میں پائے گا جن کے پاس خُدا کے بارے میں وہ علم نہیں تھا جس سے اِسرائیلی مستفید ہوتے تھے۔

چناں چہ یوناہ مسلسل تنزلی کی طرف بڑھتا رہا، یہاں تک کہ وہ اَتھاہ گہرائیوں تک پہنچ گیا، یعنی یروشلیم میں خُدا کی حضوری کے جلال سے بہت دُور۔

خُدا کی آندھی

یوناہ ۱:۴، ۵ میں مرقوم ہے:

> ’’لیکن خُداوند نے سمندر پر بڑی آندھی (عبرانی: رو آخ ’’رُوح، دم، یا آندھی) بھیجی اور سمندر میں سخت طوفان برپا ہوا اور اَندیشہ تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے گا۔ تب ملاح ہراسان ہوئے اور ہر ایک اپنے دیوتا کو پکارا اور وہ اجناس جو جہاز میں تھیں سمندر میں ڈال دیں تا کہ اُسے ہلکا کریں لیکن یوناہ جہاز کے اندر پڑا سو رہا تھا۔‘‘

عبرانی لفظ ’’رو آخ‘‘ "ruach" کے دُہرے معنی ہیں یعنی ’’ہوا اور رُوح‘‘۔ اِس وجہ سے بڑی آندھی یا طوفان کو پانیوں کے اُوپر خُدا کے دم کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ خُدا کی حاکمیت کا اِعلان ہے، تا کہ ہم یہ جان لیں کہ یہ آزمایش بالواسطہ یا بلاواسطہ خُدا کی طرف سے تھی۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ خُدا نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے خود اِس طوفان کو بھیجا۔

ہم عہدِ جدید میں بھی اِسی طرح کے ایک واقعہ کو دیکھتے ہیں، جب خُدا کی آندھی گلیل کی جھیل پر برپا ہوئی۔ دراصل متی ۱۴:۲۲-۳۴ میں بیان کیا گیا واقعہ یوناہ کی کہانی سے منسلک ہے۔ پطرس نے یسوع کی طرف جانے کے لیے کشتی کو چھوڑا۔ شمعون جسے بعد میں پطرس کہا جانے لگا یوناہ کا بیٹا تھا، کیوں کہ ہم متی ۱۶:۱۷ میں پڑھتے ہیں ’’مبارک ہے تُو شمعون بر یوناہ‘‘ یا یوناہ کے بیٹے۔

یوناہ اور شمعون بر یوناہ دونوں نے کشتی کو چھوڑا۔ یوناہ کو اُس کی درخواست پر کشتی سے باہر پھینکا گیا، جب کہ شمعون پطرس بغیر کسی مدد کے کشتی سے باہر آیا۔ یہ دونوں ہی اِیمان کے عمل ہیں کیوں کہ یہ دونوں شخص خُدا کی مرضی کو جانتے تھے اور اُنھوں نے اُس پر عمل کیا۔

شمعون پطرس کی کہانی متی ۱۴ باب کے ساتھ ساتھ یوحنا ۶ باب میں بھی بیان کی گئی ہے۔ ہم پڑھتے ہیں کہ یہ واقعہ اُسی رات پیش آیا جب یسوع نے پانچ ہزار لوگوں کو روٹی کھلائی۔ یوحنا ۶:۴ کے مطابق یہ فسح کے نزدیک پیش آیا جب فسح کے فوراً بعد ’’ہلانے کی قربانی‘‘ ادا کی جاتی تھی اور یہ گیہوں کی روٹی تھی جسے بڑھایا گیا۔ یہ واقعہ مسیح کی صلیبی موت کے مقصد کو ظاہر کرتا ہے جہاں دُنیا کو کھلانے کے لیے اُس کا بدن توڑا گیا۔

پھر لوگ اُسے بادشاہ بنانا چاہتے تھے (یوحنا ۶:۱۵)، اِس لیے وہ وہاں سے دُعا کرنے کے لیے پہاڑ پر چلا گیا (متی ۱۴:۲۳)۔ یہ اُس کے آسمان پر صعود فرمانے کی پیشین گوئی تھی جہاں وہ ’’اُن کی شفاعت کے

لیے ہمیشہ زِندہ ہے‘‘(عبرانیوں ۷: ۲۵)۔

تاہم، پہاڑ پر دُعا کرنے کے لیے جانے سے پہلے یسوع نے شاگردوں کو مجبور کیا کہ وہ کشتی میں سوار ہو کر پار چلے جائیں(متی ۱۴: ۲۲)۔ یہ اِس بات کی پیشین گوئی ہے کہ کلیسیا کو قوموں (طوفانی سمندر یا مصیبت) میں کلام کی منادی کے لیے بھیجا جائے گا، جب کہ وہ شفاعت کرنے کے لیے آسمان پر موجود رہے گا۔

بعد میں کسی وقت یسوع پانی پر چلتے ہوئے اُن کے پاس آیا اور پطرس اُس سے ملنے کے لیے کشتی سے باہر گیا۔ یہ مسیح کی آمدِ ثانی کی پیشین گوئی ہے۔

اِن دونوں کہانیوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جب یوناہ کو سمندر میں پھینکا گیا تو وہ مسیح کی پہلی آمد کی مثل تھا، کیوں کہ اُسے ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا اور یوں وہ زمین کے اندر چلا گیا(متی ۱۲: ۴۰)۔ اِس کے برعکس یوحنا ۶ باب میں مسیح کی پہلی آمد کو روٹی توڑنے سے بیان کیا گیا ہے کیوں کہ یہ بِھیڑ کو سیر کرنے کے لیے مسیح کے بدن کے ٹوٹنے کی پیشین گوئی ہے۔ پطرس کا پانی پر چلنے کا تجربہ مسیح کی آمدِ ثانی کی پیشین گوئی ہے، کیوں کہ وہ یسوع سے ملنے کے لیے کشتی سے باہر گیا جب وہ پہاڑ پر اپنے شفاعتی وقت کو ختم کر چکا تھا(۱۔تھسلنیکیوں ۴: ۱۷)۔ مسیح کی آمدِ ثانی ایک زِندہ کام ہے نہ کہ موت کا کام۔

پطرس ایک دُہرا نبوتی کردار ادا کرتا ہے کیوں کہ مسیح کی آمدِ ثانی کے وقت غالب آنے والوں کے دو گروہ ہوں گے جو اُس وقت اَبدیت کو حاصل کریں گے۔ پہلا گروہ مُردہ غالب آنے والوں کا ہوگا جو نرسنگوں کی عید پر مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے۔ پھر دو ہفتوں کے بعد عیدِ خیام کے پہلے دِن وہ غالب آنے والے جو اُس وقت زِندہ ہوں گے وہ مسیح کے واپس آنے پر بدل جائیں گے(۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۵۱)۔

پطرس دونوں گروہوں کو ایک واحد کردار میں متحد کرتا ہے۔ پانی میں ڈوبنے پر اور یسوع مسیح کے وسیلے بچائے جانے پر وہ پہلے گروہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ وسیع معنوں میں وہ دُوسرے گروہ کی نمائندگی اِس طرح کرتا ہے کہ جب وہ کشتی سے باہر نکلا تو وہ زِندہ تھا۔

اِس نبوتی کہانی میں پطرس اپنے آپ کو دُوسرے شاگردوں سے ممتاز کرتا ہے۔ گیارہ شاگردوں کو بہ طور

عمومی کلیسیا دیکھا جاسکتا ہے جب کہ پطرس غالب آنے والا ہے۔ پطرس یسوع سے ملنے کے لیے باہر جاتا ہے جب کہ باقی شاگرد کشتی کے اندر ہی رہتے ہیں۔

یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ صرف غالب آنے والے ہی مسیح کی آمد پر اُس سے ملنے کے اہل ہوں گے۔ لہٰذا تمام اِیمان دار مسیح کی آمد پر لافانیت کو حاصل نہیں کریں گے۔ زیادہ تر اِیمان داروں کو بڑے سفید تخت کی عدالت تک اِنتظار کرنا پڑے گا، جہاں وہ راست بازوں میں شمار کیے جائیں گے جیسا کہ یسوع نے یوحنا ۵:۲۸، ۲۹ میں ذِکر کیا ہے۔ دو قیامتوں اور آخری زمانے میں ہونے والی یوبلی کے مزید مطالعے کے لیے میری کتاب ''قیامت کا مقصد'' کا مطالعہ کریں۔

منتہائے مقصد: مچھلی کا شہر

دونوں کہانیوں (پطرس اور یوناہ) میں پانی کو ہلانے والی ہوا خُدا کا دم تھا۔ یوناہ کی کہانی میں اِسے بڑی آسانی کے ساتھ دیکھا جاسکتا ہے، کیوں کہ ہم یوناہ ۱:۴ میں پڑھتے ہیں کہ ''لیکن خُداوند نے سمندر پر بڑی آندھی بھیجی''۔ جھیل میں شاگردوں کے واقعے میں ہمیں اِس بارے میں کوئی خاص بیان نہیں ملتا۔ لیکن جب ہم نبوتی سیاق وسباق میں دیکھتے ہیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ خُدا چاہتا تھا کہ کلیسیا ''مصیبت'' کے طوفان میں جائے۔ یسوع نے اپنے ''شاگردوں کو مجبور کیا کہ کشتی میں سوار ہو کر اُس سے پہلے پار چلے جائیں'' (متی ۱۴:۲۲)۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ یوناہ اور شمعون کے درمیان ربطی تعلق یہ تھا کہ پطرس یوناہ کا بیٹا تھا۔ لیکن مرقس کی اِنجیل میں بیان کیے گئے اِس واقعہ میں ہمیں ایک اور ربط ملتا ہے۔ ہم مرقس ۶:۴۵ میں پڑھتے ہیں:

> ''اور فی الفور اُس نے اپنے شاگردوں کو مجبور کیا کہ کشتی پر بیٹھ کر اُس سے پہلے اُس پار بیت صیدا کو چلے جائیں جب تک وہ لوگوں کو رُخصت کرے۔''

شاگردوں کو بیت صیدا میں بھیجا گیا لیکن وہ اصل میں کفرنحوم پہنچے۔ ایسا کیوں ہوا؟

متی اور یوحنا اِس بات کا ذِکر نہیں کرتے کہ یسوع نے اُنھیں بیت صیدا کو بھیجا۔ صرف مرقس ہمیں اِس

بارے میں بتاتا ہے۔ متی صرف اِتنا بتاتا ہے کہ جب یسوع پطرس کو کشتی میں واپس لے گیا تو ''ہوا تھم گئ''۔ متی ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ کشتی کہاں جارہی تھی اور نہ ہی یہ کہ کشتی کہاں جا کر رُکی۔

دُوسری تفصیلات یوحنا فراہم کرتا ہے۔ یوحنا ۶: ۱۷ میں لکھا ہے ''اور کشتی میں بیٹھ کر جھیل کے پار کفرنحوم کو چلے جاتے تھے۔'' پھر بھیڑ نے یسوع اور اُس کے شاگردوں کو کفرنحوم میں پایا (یوحنا ۶: ۲۴)۔ یقیناً ہمیں اِس میں کوئی شک نہیں، لیکن مرقس کہتا ہے کہ اُن کی اصل منزل بیت صیدا تھی۔ پھر یسوع اُن کو کفرنحوم میں لے کر کیوں گیا؟

اُنھیں پہلے بیت صیدا کو بھیجا گیا یعنی ''مچھلی کے گھر'' تاکہ وہ یوناہ کے نمونے کو پورا کر سکیں جسے نینوہ یعنی ''مچھلی کے گھر'' میں بھیجا گیا۔ لیکن وہ کفرنحوم میں پہنچے کیوں کہ عبرانی زبان میں اِس قصبے کا نام ''کفارناحوم'' یا ''تسلی دینے والے کی پناہ'' ہے۔ یوحنا کا پیغام اِس شہر کو رُوح القدس کے نزول کے ساتھ جوڑنا ہے، وہ مددگار رُوح القدس نینوہ پر اُترا جس کی وجہ سے پورا شہر تبدیل ہوگیا۔

یوناہ ترسیس جارہا تھا لیکن اُس کے سفر کا اِختتام نینوہ یعنی ''مچھلی کے شہر'' میں ہوا۔ یسوع کے شاگرد بیت صیدا یعنی ''مچھلی کے گھر'' کی طرف جارہے تھے اور وہ کفرنحوم میں پہنچے۔ بیت صیدا نینوہ ہے لیکن کفرنحوم میں پہنچنا نینوہ کے شہر کے تبدیل ہونے اور خُدا کے رُوح سے بھرنے کے مترادف ہے۔ یہ بلکہ ایسے ہے کہ نینوہ کی توبہ نے اُنھیں کفرنحوم میں تبدیل کر دیا۔

چناں چہ ہم یوناہ ۴: ۱۱ میں پڑھتے ہیں کہ نینوہ کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ یہ تعداد رُوح القدس کے نزول (۱۲۰) اور خُدا کے جلال (۱۰۰۰) سے منسلک ہے۔ جب سلیمان کی ہیکل میں خُدا کا جلال اُترا تو وہاں ایک سو بیس کاہن تھے جو ایک ہی آواز میں نرسنگے پھونک رہے تھے (۲۔تواریخ ۵: ۱۲)۔ جب پنتکست کے دِن رُوح القدس نازل ہوا تو اُس وقت بالاخانہ پر ایک سو بیس شاگرد تھے (اَعمال ۱: ۱۵؛ ۲: ۱-۳)۔

اِن دونوں واقعات کے موازنے سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مسیح کا دُوسرا کام دُنیا کو تباہ کرنے کے لیے نہیں ترتیب دیا گیا، بلکہ اِسے کلام کی منادی اور رُوح القدس کی قدرت کے وسیلے بچانے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ رُوح القدس کا ایک عظیم نزول ہوگا جو دُنیا (نینوہ) کو تباہ نہیں کرے گا بلکہ اُسے بچائے گا۔ زمین پر خُدا کا

جلال ظاہر کرنے کے لیے توبہ کی ایک عظیم لہر دوڑے گی۔

جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ دراصل یہی یوناہ کی کہانی کا بنیادی سبق ہے۔ ناخوش اور ناراض نبی نے اِسرائیل کے دُشمنوں پر تباہی اور عدالت کو ترجیح دی۔ اُس نے اِلٰہی منصوبے کے ساتھ اِختلاف کیا اور اِسی بات نے اُسے خُدا کے منصوبوں سے دُور کر دیا۔ یوں یوناہ کلیسیا کی ایک مثل ہے جو بہ حیثیت مجموعی دُنیا پر اِلٰہی عدالت کے نزول کو ترجیح دیتی ہے۔ اِس لحاظ سے کلیسیا آج تک خُدا سے دُور بھاگ رہی ہے کیوں کہ وہ اُس نمونے پر عمل کر رہی ہے جس کی پیشین گوئی یوناہ کے واقعہ میں کی گئی ہے۔

جس طرح خُدا کی طرف سے آنے والی آندھی یوناہ کے لیے موت کا پیغام لے کر آئی اُسی طرح اُس ہوا نے یوناہ کو دوبارہ زِندگی دی اور پھر خُدا کے دُشمنوں کے شہر پر رُوح القدس کو نازل کیا۔

بابِ سوم

ناخُدا کا حکم

یوناہ ۱:۶ میں لکھا ہے:

''تب ناخُدا اُس کے پاس جا کر کہنے لگا تو کیوں پڑا سو رہا ہے؟ اُٹھ اپنے معبود کو پکار! شاید وہ ہم کو یاد کرے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔''

ناخُدا کے لیے عبرانی لفظ ''راوخووال'' (rav khoval) اِستعمال ہوا ہے جس کے معنی ''ماہر ملاح یا ماہر رسّی سنبھالنے والا'' کے ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ کسی کو کسی کام کی پوری سمجھ ہو۔ یہ اِصطلاح بحری جہاز کے کپتان کے لیے اِستعمال کی جاتی تھی۔

مرقس کی اِنجیل میں دو واقعات کا ذِکر ملتا ہے جہاں یسوع کے شاگرد گلیل کی جھیل میں طوفان میں پھنس گئے۔ ہم مرقس کے چھٹے باب کے واقعہ کو پہلے ہی پڑھ چکے ہیں لیکن اِس سے دو باب پہلے مرقس ۴: ۳۵-۴۱ میں ہم ایک دُوسرے واقعہ کو پڑھتے ہیں۔ مرقس ۴: ۳۷-۳۸ کے واقعہ میں کچھ یوں مندرج ہے:

''تب بڑی آندھی چلی اور لہریں کشتی پر یہاں تک آئیں کہ کشتی پانی سے بھری جاتی تھی۔ اور وہ خود پیچھے کی طرف گدّی پر سو رہا تھا۔ پس اُنھوں نے اُسے جگا کر کہا اَے اُستاد کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں؟''

کیا یہ یوناہ سے منسلک نہیں جو جہاز کے تہ خانے میں سو رہا تھا؟ جس طرح جہاز کے ناخُدا نے یوناہ سے اُس کے خُدا کے بارے میں سوال کیا ''اُٹھ اپنے معبود کو پکار! شاید وہ ہم کو یاد کرے اور ہم ہلاک نہ ہوں'' اُسی طرح شاگردوں نے بھی یسوع سے کہا ''کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں؟''

حقیقت یہ ہے کہ اُسے ہماری فکر ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ اُس کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ ایمان داروں کے دِلوں کو آزمائے تاکہ اُن کے اِیمان میں اِضافہ ہو۔ چناں چہ جھیل کے ساکن ہونے کے بعد ہم مرقس ۴: ۴۰ میں پڑھتے ہیں:

’’پھر اُن سے کہا تم کیوں ڈرتے ہو؟ اب تک اِیمان نہیں رکھتے؟‘‘

اِیمان اور خوف ایک دُوسرے کے متضاد ہیں۔ وہ لوگ جو اِیمان رکھتے ہیں اُن میں خوف نہیں اور جو ڈرتے ہیں اُن میں اِیمان نہیں ہے۔ وہ لوگ جو ڈرتے ہیں وہ کبھی بھی اِیمان پر نہیں چل سکتے۔ اِیمان محض کسی مذہب کو قبول کر لینے کا نام نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگ اکثر دُوسروں سے یہ سوال کرتے ہیں، آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ بلکہ اِیمان یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ خُدا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم کسی بھی صورتِ حال سے اُس کی نگرانی اور اُس کی پروردگاری کے بغیر نہیں گزر سکتے، چاہے ہم سزا کی جانب ہی کیوں نہ بڑھ رہے ہوں۔

ہم سب کی زِندگیوں میں اکثر ایسے اوقات بھی آتے ہیں جب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خُدا ہم سے دُور چلا گیا ہے یا وہ ہمیں بھول گیا ہے۔ بنی اِسرائیل نے بھی خروج ۱۷:۷ میں بالکل ایسی ہی سوچ رکھی اور پوچھا کہ کیا ’’خُداوند ہمارے بیچ میں ہے یا نہیں۔‘‘ ایسے تجربات اِیمان کی آزمایش ہوتے ہیں۔ خُدا کو ہمارے اِیمان کے درجے سے آگاہ ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہمیں اپنے ہی دِل کو دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم سب سمجھتے ہیں کہ ہمارے اندر اِیمان ہے لیکن ہم حقیقت میں اِس بات کو اُس وقت تک نہیں جان پاتے جب تک ہمارے اِیمان کی آزمایش حقیقی تجربے سے نہیں ہوتی۔

جہاز کا ناخُدا ایک بُت پرست بے اِیمان شخص تھا۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس دیوتا کی پرستش کرتا تھا لیکن چوں کہ وہ سمندری سفر کرتا تھا اِس لیے اِمکانِ غالب ہے کہ وہ نیپچون کی پرستش کرتا ہوگا جو کہ سمندر کا دیوتا تھا اور جس کی دُم مچھلی کی طرح تھی۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُس نے اپنے دیوتا سے دُعا کی ہوگی لیکن وہ بے سود تھی۔ اگرچہ وہ اپنے دیوتا کی پرستش کرتا تھا لیکن شاید وہ اُس دیوتا کی بچانے کی قدرت پر اِیمان نہیں رکھتا تھا، کیوں کہ اگر اُس کا اپنے دیوتا پر حقیقی اِیمان ہوتا تو وہ اِتنا خوف زدہ نہ ہوتا اور نہ ہی دُوسروں سے کہتا کہ اپنے دیوتا کو پکارو۔

ناخُدا کے معبود نے اُس کی فریاد کے سامنے بے بسی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا۔ چناں چہ اُس نے اِس اُمید پر دُوسرے معبودوں سے مدد مانگی کہ شاید اُن میں سے کوئی اُن کی مدد کے لیے آ جائے۔ ایسے معبود کی پرستش کرنا کتنا افسوس ناک ہے جس پر آپ بہت کم اِیمان رکھتے ہیں؟ لیکن یہ بالکل ایسے ہی ہوتا ہے جب ہم کسی ایسے خُدا پر اِیمان رکھتے ہیں جو دُعا کا جواب نہیں دیتا۔

یہی بات اُن مسیحیوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے جن کے پاس حقیقی زِندگی میں ایسا کوئی تجربہ

نہیں ہوتا جو یہ ثابت کرے کہ واقعی خُدا موجود ہے۔ بہت سے لوگ خُدا پر اِیمان رکھتے ہیں لیکن اُن کے پاس کوئی ایسا تجربہ نہیں جو یہ ثابت کرے کہ خُدا اُن کی فکر کرتا ہے۔ شاید وہ یہ مانتے ہوں کہ وہ دُوسروں یعنی مقدسوں کی فکر کرتا ہے، لیکن اُس جیسے عام شخص کی فکر نہیں کرتا۔

کئی سال پہلے جب میں اَمریکی رِیاست ٹینیسی کے شہر میمفس میں بہ طور کتابت کار (Typesetter) کام کرتا تھا تو مجھے ایک ملحد شخص کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا وہ خُدا کے وجود کے بارے میں شک وشبہات کا شکار تھا۔ اُس نے ایک معروف مسیحی فرقے میں پرورش پائی۔ اُس کے چچا اُس فرقے کہ اُن چھ لوگوں میں شمار ہوتے تھے جن کو پوری بائبل زبانی یاد تھی۔ اِس کے باوجود وہ شخص ملحدانہ سوچ اِختیار کر چکا تھا، کیوں کہ اُس کے بہ قول "میں نے اپنی ساری زِندگی چرچ میں گزاری لیکن میں نے کبھی کوئی ایسا ثبوت نہیں دیکھا کہ واقعی خُدا موجود ہے۔"

مجھے موقع ملا کہ میں اُس کے ساتھ اپنے اُن تجربات کو بیان کر سکوں کہ کس طرح خُدا مجھے کئی سالوں سے براہِ راست راہ نمائی فراہم کر رہا ہے۔ میں نے اُسے بتایا کہ کیسے خُدا نے ہماری دُعاؤں کا جواب دیا اور اِس کے ساتھ ساتھ میں نے اُسے اپنی دُعائیہ تحریکوں کے نتائج کے بارے میں بھی بتایا۔ ایک دفعہ کام سے چھٹی کے بعد ہم ساری رات باتیں کرتے رہے (ہم دونوں رات کی شفٹ میں کام کرتے تھے اور ہماری ڈیوٹی رات ایک بجے ختم ہوتی تھی)۔ ہماری گفتگو کے اِختتام پر اُس نے کہا کہ "اگر مجھے زِندگی میں ایک بھی ایسا تجربہ ہو جائے جیسا تم بیان کر رہے ہو تو میں سات سمندر پار کر کے پوری دُنیا کو خوش خبری کا پیغام سنانے کے لیے تیار ہوں۔" مجھے یقین ہے کہ خُدا نے اُس پر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ہوگا۔

جیسا کہ ہم مرقس ٦ باب میں دیکھتے ہیں کہ زیادہ تر مسیحی کشتی (کلیسیائی فرقے) سے باہر نکلنے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ کشتی پر بھروسا کرتے ہیں نہ کہ مسیح پر۔ جب کہ دُوسرے مسیحی جیسے ہم مرقس ٤ باب میں پڑھتے ہیں اُن کا خیال ہے کہ یسوع سو رہا ہے یا وہ اِتنا مصروف ہے کہ اُس کو اُن کی کوئی پرواہ نہیں ہے یا وہ اِتنا مقدس اور پاک ہے کہ عام گناہ گاروں کی طرف توجہ دینا اُس کے شایانِ شان نہیں ہے۔ مسئلہ کوئی بھی ہو حقیقی اِیمان مکاشفہ سے حاصل ہوتا، تجربے سے پروان چڑھتا اور آزمایش کے ذریعے پرکھا جاتا ہے۔

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ یوناہ کی کہانی اَناجیل میں کم از کم طوفانوں کے دو واقعات کی بنیاد ہے۔ مرقس ٤ باب کا واقعہ ہمیں اِیمان بہ مقابلہ خوف کے بارے میں سکھانے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ مرقس ٦ باب کی

کہانی ہمیں کلیسیا اور غالب آنے والوں کے بارے میں سکھاتی ہے۔ اِن دونوں گروہوں کے اِیمان کی سطح مختلف ہے اور اِسی لیے اُن کا اَنجام اور اُن کو دیئے جانے والے اجر میں بھی فرق ہے۔

باب چہارم

قرعہ ڈالنا

یوناہ کو نینوہ کے خلاف منادی کرنے کے لیے کہا گیا لیکن وہ ترسیس کو بھاگ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ خُدا رحیم وکریم ہے اور اُسے گمان تھا کہ نینوہ کے لوگ توبہ کر کے بچ سکتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نینوہ کے لوگ بچیں، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اُسوری بالآخر اِسرائیل کو فتح کر لیں گے۔

جب وہ ترسیس (اسپین) جانے والے جہاز میں تھا تو خُدا نے سمندر میں طوفان بھیجا اور اندیشہ تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے گا۔ ناخُدا نے ہر ایک سے کہا کہ وہ اپنے اپنے دیوتا سے دُعا کریں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب یوناہ دُعا کر رہا تھا تو ملاحوں نے قرعہ ڈالنے کا فیصلہ کیا تا کہ دیکھا جائے کہ یہ آفت کس کے سبب سے آئی ہے۔ یوناہ ۱:۷ میں لکھا ہے۔

''اور اُنھوں نے آپس میں کہا آؤ ہم قرعہ ڈال کر دیکھیں کہ یہ آفت ہم پر کس کے سبب سے آئی ہے۔ چناں چہ اُنھوں نے قرعہ ڈالا اور یوناہ کا نام نکلا۔''

یہ ایک اُتم مثال ہے کہ کیسے خُدا انجانے میں غیر اَقوام کے بے اِیمانوں کو اپنی مرضی کو پورا کرنے کے لیے اِستعمال کر سکتا ہے۔ ملاح اِس بات سے بے خبر تھے کہ وہ رُوح القدس کی راہ نمائی میں گنتی ۱۴ اور ۱۶ ابواب میں مندرج نبوتی شریعت کو پورا کر رہے ہیں۔

دو کبوتر اور دو بکرے

احبار ۱۴:۱-۷ میں ہم کوڑھیوں کو پاک کرنے کے قانون کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ اُس میں دو کبوتروں کی ضرورت ہوتی تھی۔ پہلے کبوتر کو ذِبح کر دیا جاتا اور دُوسرے کبوتر کو کھلے میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کوڑھ ایک تدرِیجی موت ہے اِس لیے یہ فنا پذیری کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ شریعت ہمیں قانونی اُصول مہیا کرتی ہے جس کے وسیلے موت پر غالب آیا جا سکتا ہے۔

یہی بنیادی قانون ہے جسے یوناہ نبوتی طور پر ظاہر کر رہا تھا کیوں کہ یوناہ کے نام کا مطلب بھی ''کبوتر'' تھا۔ پہلے کبوتر کو ذِبح کر دیا جاتا تھا (احبار۱۴:۵) اور دُوسرے کبوتر کو کھلے میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا (احبار ۱۴:۷)۔ یہ مسیح کی دو آمدوں کے بارے میں بات کرتا ہے کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ یوناہ مثلِ مسیح تھا (متی ۱۲:۳۹-۴۰)۔

دُوسری طرف احبار۱۶:۱-۲۲ میں یومِ کفارہ کا ذِکر ہے جہاں دو بکروں کے ذریعے لوگوں کے گناہوں کو پاک کیا جاتا تھا۔ پہلے بکرے کو گناہ کو ڈھانپنے کے لیے ذِبح کیا جاتا اور دُوسرے بکرے کو گناہ کو دُور کرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا۔ ایک بار پھر ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ مسیح کی دو آمدوں کو گناہ کے مسئلے کے حل کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ کبوتر موت سے نمٹتے اور بکرے گناہ سے نمٹتے تھے۔

یسوع مسیح نے کبوتروں اور بکروں دونوں کی شریعت کو پورا کیا۔ پہلے اپنی صلیبی موت کے ذریعے اور پھر (ایک زندہ کام) دُنیا کو آزاد کرانے کے وسیلے۔ شریعت رُوحانی اُصول قائم کرتی ہے کیوں کہ ''شریعت تو رُوحانی'' ہے (رومیوں ۷:۱۴)۔ پھر اَنبیا نے شفاعت کے وسیلے اُن قوانین کے ذریعے ظاہر کیا۔ دُوسری باتوں کے ساتھ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح دوبار آئے گا لیکن اِس سے بھی اہم یہ اُس کے ہر ایک ظہور کے مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک کوڑھی کو پاک ہونے کے لیے دو کبوتروں کی ضرورت ہوتی تھی۔ اِس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسیح نے صلیب پر اپنے پہلے کام کو پورا کیا تو اُس نے کہا ''تمام ہوا''۔ لیکن اُس نے دُوسرے کبوتر کے کام کو ختم نہیں کیا بلکہ صرف پہلے کبوتر کے کام کو ختم کیا۔ ابھی ایک اَور کام کرنا باقی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم ابھی تک فانی ہیں۔ ہمیں مکمل طور پر لافانی بنانے کے لیے مسیح کی دُوسری آمد بہت ضروری ہے۔

قرعہ ڈالنا

یوناہ کے نام کے معنی ''کبوتر'' ہیں لیکن اُنھوں نے اُس کے لیے قرعہ ڈالا جیسے وہ بکرا ہو۔ جیسا کہ احبار ۱۶:۸-۱۰ میں لکھا ہے۔

''اور ہارون اُن دونوں بکروں پر چِٹھیاں ڈالے۔ ایک چِٹھی خُداوند (لغوی طور پر یہوواہ)

> کے لیے اور دُوسری عزازیل کے لیے ہو۔اور جس بکرے پر خُداوند کے نام کی چٹھی نکلے اُسے ہارون لے کر خطا کی قربانی کے لیے چڑھائے۔لیکن جس بکرے پر عزازیل کے نام کی چٹھی نکلے وہ خُداوند کے حضور زِندہ کھڑا کیا جائے تا کہ اُس سے کفارہ دیا جائے اور وہ عزازیل کے لیے بیابان میں چھوڑ دیا جائے۔''

جیسے پہلے کبوتر کو کوڑھیوں کو پاک کرنے کے لیے ذِبح کیا جاتا، اُسی طرح پہلے بکرے کو بھی ہیکل میں گناہ کو ڈھانپنے کے لیے ذِبح کیا جاتا تھا۔یہ یومِ کفارہ (یوم کپور) پر کیا جاتا جس کے لغوی معنیٰ ''ڈھانپنے'' کے ہیں۔کفارہ کے معنیٰ ''ڈھانپنا'' ہیں۔

پہلا بکرا گناہ کو ڈھانپتا لیکن وہ اُسے مٹاتا نہیں تھا۔گناہ کو مٹانے کے لیے دُوسرے بکرے کی ضرورت تھی۔اِسی طرح گناہ کو ہم سے دُور کرنے کے لیے مسیح کی دُوسری آمد کی ضرورت ہے۔تاہم، اِس عرصے میں ہمارے گناہوں کو ڈھانپ دیا گیا تا کہ ہم راست باز ٹھہرائے جائیں۔خُدا جو چیزیں نہیں ہیں اُن کو اِس طرح بلا لیتا ہے کہ گویا وہ ہیں (رومیوں ۴:۱۷)۔

ملاحوں نے قرعہ ڈالا اور یوناہ کا نام نکلا۔اِس طرح وہ مسیح کی مثل بن گیا جس نے دُنیا کے گناہ کو اپنے اُوپر لے لیا۔جس طرح یوناہ کو سمندر میں پھینک دیا گیا اور ایک بڑی مچھلی اُسے نگل گئی اُسی طرح مسیح کو بھی مصلوب کیا گیا اور اُسے زمین میں دفن کر دیا گیا۔یسوع نے اپنی شناخت یوناہ کی پیشین گوئی کی تکمیل کے طور پر کرائی۔متی ۱۲: ۳۹، ۴۰ میں لکھا ہے:

> ''اِس زمانہ کے بُرے اور زِنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سِوا کوئی اور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا۔کیوں کہ جیسے یوناہ تین رات دِن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی اِبنِ آدم تین رات دِن زمین کے اندر رہے گا۔''

یہاں یسوع یوناہ کی پہلی بلاہٹ کا ذِکر کر رہا تھا جو اُسے مچھلی کے پیٹ میں لے گئی۔اِسی طرح یسوع بھی ''زمین کے اندر'' رہا جب اُسے قبر میں اُتارا گیا۔یسوع اور یوناہ کی موت کے تجربات کا ذِکر احبار ۱۴ اور ۱۶ ابواب میں کیا گیا ہے۔

مسیح کا دُوسرا کام

کیوں کہ دو بکرے اور دو کبوتر تھے اِس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ یوناہ کو دو بار نینوہ جانے کے لیے بلایا گیا۔ دُوسری بلاہٹ دُوسرے بکرے اور دُوسرے کبوتر نے پوری کی۔ اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع مسیح کے زمین پر دو ظہور اور دو الگ الگ کام ہیں جنھیں اُس نے پورا کرنا ہے۔ پہلا کام موت کا کام ہے اور دُوسرا کام زِندگی بخش کام ہے۔ ہر ایک کام کی وضاحت ہمیں اناجیل میں دی گئی ہے اور مسیح کے دُوسرے کام کی مزید تفصیل اَعمال کی کتاب میں ظاہر کی گئی ہے۔

یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ عزازیل قربانی کے بکرے کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ شیطان کو ظاہر کرتا ہے، جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔ اسٹرانگ کنکورڈینس (Strong's Concordance) ہمیں بتاتی ہے کہ عزازیل لفظ ''عز'' (az) یعنی ''بکری'' اور ''ازال'' (azal) جس کے معنی ''جانا، غائب ہونا یا چلے جانا ہے'' کا مرکب ہے۔ کنگ جیمز ورژن نے اِس کا ترجمہ ''Scapegoat'' کیا ہے جو کہ دُرست نہیں ہے، جس کے معنی کسی دُوسرے کی وجہ سے کسی پر اِلزام لگانا کے ہیں۔ لیکن اِس کے اصل معنی اِس حقیقت کی طرف اِشارہ کرتے ہیں کہ یہ بکرا بیابان میں بھیجا جا رہا ہے جب کہ وہ اُن گناہوں کو لے کر جا رہا ہے جو پچھلے سال کے دوران قربان گاہ کے نیچے جمع ہوئے تھے۔

اگر اِس لفظ کو ایک اَور طرح سے دیکھا جائے تو عزاز (azaz) کے معنی ''مضبوط کرنا، طاقت ور بنانا'' اور ایل (el) کے معنی ''خُدا'' ہیں۔ عز (az) جس کے معنی ''بکرا'' ہیں اُس کا ماخوذ لفظ عزاز (azaz) ہے۔ لہٰذا عزازیل (Azaz-el) کا مطلب ''خُدا مضبوط کرتا ہے'' بھی ہوسکتا ہے۔ اِن معنوں سے ہم دُوسرے بکرے کے مقصد کو دیکھ سکتے ہیں۔ گناہ کو دُور کرنے سے خُدا ہمیں اپنی قوت میں مضبوط کرتا ہے۔

جب سردار کاہن دُوسرے بکرے کو بیابان میں بھیجتا ہے تو وہ بکرا قربانی کا بکرا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ ہم احبار ۱۶: ۲۱، ۲۲ میں پڑھتے ہیں:

''اور ہارون اپنے دونوں ہاتھ اُس زِندہ بکرے کے سر پر رکھ کر اُس کے اُوپر بنی اِسرائیل کی

سب بدکاریوں اور اُن کے سب گناہوں اور خطاؤں کا اِقرار کرے اور اُن کو اُس بکرے کے سر پر دھر کر اُسے کسی شخص کے ہاتھ جو اِس کام کے لیے تیار ہو بیابان میں بھجوا دے۔ اور وہ بکرا اُن کی سب بدکاریاں اپنے اُوپر لادے ہوئے کسی وِیرانہ میں لے جائے گا۔ سو وہ اُس بکرے کو بیابان میں چھوڑ دے۔''

ایک حقیقی قربانی کا بکرا وہ ہے جو کسی کے گناہ کو اپنے اُوپر لے لے اور پھر اُس گناہ کا کفارہ ادا کرے۔ اگر یہاں کوئی قربانی کا بکرا ہے تو وہ پہلا بکرا ہے نہ کہ دُوسرا بکرا، کیوں کہ پہلے بکرے کو قربان کیا گیا۔ دُوسرے بکرے کو زِندہ رکھا گیا کیوں کہ اُس نے ایک زِندہ کام کرنا ہے۔

پہلے بکرے کا خون پاک ترین مقام میں لوگوں کے گناہ کا کفارہ (عبرانی: kaphar ''ڈھانپنا'') ادا کرنے کے لیے کفارہ گاہ پر چھڑکا جاتا۔ پھر سردار کاہن گناہ اور ناپاکی کو دُوسرے بکرے کے اُوپر لاد دیتا اور اُسے بیابان میں بھیج دیتا تاکہ اُن گناہوں کو ختم کیا جائے۔ یوں عزازیل کے معنی ''بھیجا جانے والا بکرا'' ہیں۔

گناہ اور موت کے کبیرہ مسائل سے نمٹنے کے لیے ہر ایک کو دو مراحل کی ضرورت ہوتی۔ دو بکرے کفارہ کے بارے میں بات کرتے ہیں جس کے بعد گناہ کو دُور کیا جاتا۔ بالکل اُسی طرح دو کبوتر لافانیت کی بات کرتے ہیں جس کے بعد حقیقی لافانی زِندگی ہے۔ اِسی لیے مسیح کا دوبارآنا لازم ہے۔ مسیح کی صلیبی موت نے پہلے کام کو ختم کیا لیکن اُس کام کو پورا کرنے کے لیے اُسے لازمی دُوسری بار آنا ہوگا۔

مسیح کا مکمل کام

آج کل ایک تعلیم پائی جاتی ہے جسے ''مسیح کا تکمیل یافتہ کام'' کہا جاتا ہے۔ اِس تعلیم کی بنیاد یسوع کے صلیب پر کہے گئے یہ اَلفاظ ہیں: ''تمام ہوا'' (یوحنا ۱۹: ۳۰)۔ یقیناً اُس وقت یسوع نے اپنا پہلا کام مکمل کیا، لیکن اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سارا کام ختم ہو چکا ہے۔ شریعت واضح طور پر بتاتی ہے کہ مسیح کے دو کام ہیں نہ کہ صرف ایک، اور یوناہ نبی بھی اِس سچائی پر اپنی نبوتی آواز بلند کرتا ہے۔ لٰہذا جب یسوع نے کہا کہ ''تمام ہوا'' تو وہ نجات کے مکمل منصوبے کی بات نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ اُس کے پہلے حصے کے متعلق کہہ رہا تھا جس کی تصویرکشی پہلے کبوتر اور پہلے بکرے میں کی گئی ہے۔

جہاں تک موت کے مسئلے کا تعلق ہے پہلے کبوتر کو تمام اِنسانوں (کوڑھیوں) کو پاک کرنے کے لیے قربان کیا گیا۔ تاہم یہ واضح ہے کہ ایمان دار ابھی تک مرتے ہیں۔ پہلے کبوتر کے وسیلے موت پر غلبہ حاصل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اِس کے برعکس مسیح کے پہلے کام نے اَبدیت کی قانونی بنیاد رکھی اور ہمیں زِندگی دینے کا وعدہ کیا اور اِس بات کو یقینی بنایا کہ ہم لازماً اَبدی زِندگی حاصل کریں گے۔ جب مسیح دُنیا (کھلے میدان) میں آئے گا احبار ۱۴: ۷) تو بہ طور دُوسرا کبوتر وہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا اور ہمیں اَبدیت عطا کرے گا۔

گناہ کا مسئلہ بھی مسیح کے دو کاموں کا متقاضی ہے۔ اُس کی صلیبی موت نے ہمارے گناہ کو ڈھانپ دیا اور ہمارا کفارہ دیا۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ اِیمان داروں سے بھی مسلسل گناہ ہو جاتا ہے جیسا کہ پولس رومیوں ۷: ۲۳-۲۵ میں تسلیم کرتا ہے۔ گناہ کو ڈھانپنا ہمیں قانونی کاملیت عطا کرتا اور راست بازی کو ہم سے منسوب کر دیتا ہے، جہاں وہ اُن چیزوں کو بھی بلا لیتا ہے جو کہ نہیں ہیں (رومیوں ۴: ۱۷)۔ لہٰذا پولس رومیوں ۴: ۷ میں زبور ۳۲: ۱ کا اِقتباس کرتے ہوئے کہتا ہے:

> ''کہ مبارک وہ ہیں جن کی بدکاریاں معاف ہوئیں اور جن کے گناہ ڈھانکے گئے۔ مبارک وہ شخص ہے جس کے گناہ خُداوند محسوب نہ کرے گا۔''

آٹھویں آیت اِس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ ایسے اِیمان دار بھی ہیں جو ابھی تک گناہ کر جاتے ہیں، لیکن خُداوند اُن کے گناہ کو شمار نہیں کرتا یعنی وہ اِنسانوں کو اُن کے گناہ کا ذِمے دار نہیں ٹھہراتا کیوں کہ اُن کا گناہ ڈھانپ دیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو مسیح پر اِیمان لاتے ہیں اُن کو معاف کر دیا گیا ہے نہ کہ کامل بنا دیا گیا ہے۔ اُن کا گناہ ڈھانپا گیا ہے نہ کہ ختم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے دِلوں سے بدی کو مٹانے اور ہمیں حقیقی طور پر راست باز بنانے کے لیے مسیح کے دُوسرے کام کی ضرورت ہوگی۔

اِیمان داروں کے لیے اِسے سمجھنا بہت ضروری ہے کہ یہ کیسے عمل کرتا ہے، تاکہ وہ اِس بات کو جان کر مایوس نہ ہوں کہ مسیح پر ہمارے اِیمان نے بدی اور گناہ کی جسمانی خواہش کو دُور نہیں کیا۔ کچھ لوگوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ محض مسیح کی صلیبی موت پر اِیمان لانے میں گناہ کی تمام خواہشوں کو ختم کرنے کی قدرت موجود ہے۔ اگرچہ ایسا اِیمان لازماً مددگار اور قابلِ تحریک ہوسکتا ہے، لیکن پہلا بکرا دُوسرے بکرے کا کام نہیں کرسکتا۔ اور نہ

ہی پہلا کبوتر دُوسرے کبوتر کا کام کرسکتا ہے۔

مسیح کا بپتسمہ

میرا اِیمان ہے کہ یسوع ۲۹ ستمبر ۲ ق م کو نرسنگوں کی عید پر پیدا ہوا۔ وہ ۲۹ عیسوی کی نرسنگوں کی عید پر تیس سال کا ہو گیا (سالوں کو شمار کرتے ہوئے اِس بات کو ذہن میں رکھیں کہ کوئی بھی سال صفر نہیں ہوتا)۔ جب یسوع تیس (۳۰) سال کا ہو گیا تو وہ یومِ کفارہ پر یوحنا سے بپتسمہ لینے گیا۔ یہ ماہِ تشری کا دسواں دِن تھا۔

اُس کا بپتسمہ ''ساری راست بازی پوری'' کرنے (متی ۳:۱۵) اور شریعت (احبار ۱۶) میں یومِ کفارہ کی بابت بیان کی گئی پیشین گوئی کو پورا کرنے کے لیے ضروری تھا۔ بپتسمہ موت اور جی اُٹھنے کی علامت ہے (رومیوں ۶:۴)۔ جب یسوع نے بپتسمہ لیا تو اُس نے اپنے آپ کو خُدا کے سامنے ایک ایسے شخص کے طور پر پیش کیا جو دُنیا کے گناہ کے لیے مرنے کو تیار تھا اور ساتھ ہی وہ اِس بات کو بھی جانتا تھا کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔

جہاں تک وقت کا تعلق ہے یوحنا نے اُس وقت یسوع کو بپتسمہ دیا جب پہلے بکرے کو ذِبح کیا گیا اور اُس کا خون گناہ کو ڈھانپنے کے لیے ہیکل میں کفارہ گاہ پر چھڑکا گیا۔ پھر کبوتر اُس کے سر پر اُترا تا کہ ہم اِس بات کو جان سکیں کہ وہ احبار ۱۴ باب میں بیان کیے گئے کبوتر کی پیشین گوئی کو پورا کرنے کے لیے بلایا گیا ہے۔ چناں چہ ہم متی ۳:۱۶، ۱۷ میں پڑھتے ہیں:

> ''اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس سے اُوپر گیا اور دیکھو اُس کے لیے آسمان کھل گیا اور اُس نے خُدا کے رُوح کو کبوتر کی مانند اُترتے اور اپنے اُوپر آتے دیکھا۔''

ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کے بپتسمہ کا وقت یومِ کفارہ پر ہیکل میں اَدا کی جانے والی رسومات کے مطابق مقرر کیا گیا، لیکن وہ اُسی وقت پہلے کبوتر کے کام کے لیے بھی وقف کیا جا رہا تھا۔ اُس وقت وہ شریعت میں بیان کردہ پہلے بکرے اور پہلے کبوتر کی تصویر کشی کر رہا تھا۔ اُس کے بپتسمہ کا وقت یومِ کفارہ پر ہیکل میں پہلے بکرے کی رسم سے جڑا ہوا تھا۔ پہلے بکرے کے طور پر یسوع کو ''یہوواہ کے لیے'' قربان کیا جا رہا تھا جیسا کہ شریعت میں حکم دیا گیا تھا۔

تاہم اُسی وقت اُس کا بپتسمہ بہ طور پہلے کبوتر اُس کی قانونی موت اور جی اُٹھنے کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یاد رکھیں کہ کبوتر کو مٹی کے برتن میں بہتے پانی کے اُوپر ذِبح کیا جاتا تھا (احبار ۱۴:۵)۔ چناں چہ مسیح ایک مٹی کے برتن (اِنسانی بدن) میں آیا اور یردن کے بہتے پانی میں بپتسمہ لیا۔

جب کبوتر اُس کے سر کے اُوپر اُترا تو یہ دُوسرے کبوتر کی نمائندگی کرتا ہے کیوں کہ اِس کے بعد یسوع دُوسرے بکرے اور دُوسرے کبوتر کے کام کر پورا کرنے کے لیے جا رہا تھا۔

مسیح کی آزمایش

متی ۴:۱ میں لکھتا ہے:

''اُس وقت رُوح یسوع کو جنگل میں لے گیا تا کہ اِبلیس سے آزمایا جائے۔''

یہاں ہم مسیح کے دُوسرے کام کا آغاز دیکھتے ہیں، جہاں تک یسوع کا تعلق ہے اُس نے ذاتی طور پر اِس کام کو پورا کیا۔ اِبلیس کی آزمایش کا سامنا کرنا شریعت کی تکمیل تھا، جہاں دُوسرا بکرا لوگوں کے گناہوں کو لے کر بیابان میں بھیجا جاتا۔

یہاں ہم عزازیل کے متعلق شریعت کی ایک اور معنی خیز تفصیل کو دیکھتے ہیں۔ شریعت ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ دُوسرا بکرا خود عزازیل تھا۔ شریعت احبار ۱۶:۸ میں کہتی ہے۔

''اور ہارون اُن دونوں بکروں پر چٹھیاں ڈالے۔ ایک چٹھی خُداوند کے لیے اور دُوسری عزازیل کے لیے ہو۔''

اِس کا مطلب ہے کہ پہلا بکرا خُداوند کو اور دُوسرا بکرا عزازیل کو دیا جاتا تھا۔ اِس کا کیا مطلب ہے؟ اِس کے معنی یسوع کے اپنے تجربے سے واضح ہو جاتے ہیں۔ جب یسوع نے بپتسمہ لیا تو اُسے یہوواہ کے سامنے (بہ طور گناہ کی قربانی) پیش کیا گیا۔ اُس کے بپتسمہ نے اُسے صلیبی موت کے لیے وقف کیا جو اُس کی زمینی خدمت کے اِختتام پر آنے والی تھی۔

پھر ''رُوح یسوع کو جنگل میں لے گیا تا کہ اِبلیس سے آزمایا جائے'' (متی ۴:۱)۔ بالفاظ دِیگر، اُسے عزازیل کو پیش کیا گیا جو کہ ''اِبلیس'' ہے۔ اِس قربانی کا مقصد اِس بات کو ثابت کرنا تھا کہ عزازیل اُس پر کسی

بھی قسم کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا، کیوں کہ مسیح کی ذات گناہ، بدکاری اور کسی بھی قسم کے سمجھوتے سے مبرا تھی۔ عزازیل کبھی بھی یسوع کا مالک نہیں بن سکتا تھا لیکن اِس بات کو ثابت کرنے کے لیے یسوع کو کچھ وقت کے لیے اُسے دیا گیا۔

چناں چہ دُوسرے بکرے کی شریعت یسوع کی بیابانی آزمایش کی پیشین گوئی کرتی ہے۔ اِس سے بڑھ کر یسوع کی چالیس دِن کی آزمایش موسیٰ کی قیادت میں بنی اِسرائیل کی بیابانی آزمایش اور اِس کے بعد چالیس یوبلیوں (۴۰ x ۴۹ سال) کے بیابانی دَور میں کلیسیا کی آزمایش کا عکس تھی۔ اِنفرادی طور پر ہم میں سے ہر کوئی اپنے فسح کے تجربے (اُس کے خون کے وسیلے اِیمان سے راست باز ٹھہرنا) کے وسیلے مصر (گناہ) سے باہر آتا ہے اور ہمیں بیابان میں لے جایا جاتا ہے تا کہ ہم اِبلیس سے آزمائے جائیں۔ ہر ایک اِیمان دار کے لیے یہی نمونہ ہے۔ کوئی بھی شخص بیابان میں سے گزرے بغیر وعدے کی سرزمین میں داخل نہیں ہو سکتا۔

شریعت میں اِس بات کو واضح نہیں کیا گیا کہ دُوسرا بکرا عزازیل کو کیوں دیا جاتا تھا اور اِسی اِبہام کی وجہ سے لوگوں نے اِس کا غلط ترجمہ ''قربانی کا بکرا'' کیا۔ قربانی کا بکرا اِبلیس سے آزمائے جانے کے تصور سے مطابقت نہیں رکھتا۔ لیکن جس طرح یسوع نے شریعت کو پورا کیا وہ اِس کے حقیقی معنوں کو واضح کرتا ہے۔

جب سردار کاہن دُوسرے بکرے کو زِندہ اُس آدمی کے ہاتھ جو پہلے سے تیار ہوتا ''عزازیل کے لیے'' بیابان میں بھیجتا تو یہ اُس دِن کی پیشین گوئی تھی جب خُدا کا رُوح یسوع کو بیابان میں لے جائے گا تا کہ وہ اِبلیس سے آزمایا جائے۔ یسوع اُس بکرے کی تصویر کشی کرتا ہے۔ وہ آدمی ''جو اِس کام کے لیے تیار'' (احبار ۲۱:۱۶) ہوتا کہ اُس بکرے کو عزازیل کے لیے بیابان میں لے جائے وہ خُدا کا رُوح تھا۔ اِسی لیے متی (۱:۴) میں لکھا ہے، ''اُس وقت رُوح یسوع کو جنگل میں لے گیا۔''

اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دُوسرا بکرا اِبلیس کی ملکیت بن گیا اور نہ ہی دُوسرا بکرا اُن لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو بچ نہیں سکتے (جیسا کہ کچھ لوگ تعلیم دیتے ہیں)۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ مسیح (اور بعد میں اُس کا بدن جو کہ کلیسیا ہے) کو اپنی خدمت کے آغاز سے پہلے بیابانی آزمایش سے لازمی گزرنا تھا۔

حنوک کی کتاب

حنوک کی کتاب ایک قدیم کتاب ہے جو کہ مسیح کی پیدائش سے کافی عرصہ قبل لکھی گئی۔ یہ کبھی بھی کتابِ مقدس کا حصہ نہیں رہی، اگرچہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بھی کتابِ مقدس کا حصہ ہے۔ اور نہ ہی یہ کتاب حنوک نے خود لکھی۔ اُن دِنوں بہت سے لوگ اپنی تحریروں کو معتبر بنانے اور اُن کی ساکھ مضبوط کرنے کے لیے کسی معروف اور معزز شخص کا نام لکھ دیتے تھے۔

میری دانست میں شاید حنوک کی کتاب کا پہلا باب واقعی حنوک نے خود لکھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس کے کچھ دُوسرے حصے بھی اُس نے لکھے ہوں، لیکن اِس کتاب کا زیادہ تر حصہ کئی صدیاں بعد بابلی اسیری کے اختتام پر دُوسرے لوگوں نے اِس کتاب میں شامل کیا۔ اِس کتاب کا ایک بڑا حصہ اُن تصورات کی عکاسی کرتا ہے جو یہودیوں نے بابلی اسیری کے دوران سیکھے اور اُن کو پروان چڑھایا۔ جس وقت حنوک کی کتاب لکھی گئی اُس سے پہلے عزرا عہدِ عتیق کی فہرستِ مسلمہ کو مکمل کر چکا تھا۔ اگرچہ حنوک کی کتاب (یا اُس کے کچھ حصے) پہلے ہی لکھی جا چکی تھی تو بھی عزرا کو تحریک نہ ملی کہ وہ اِس کتاب کو فہرستِ مسلمہ میں شامل کرے۔

بہر حال حنوک کی کتاب کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے کیوں کہ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ اُس دَور میں زیادہ تر لوگوں کا اِیمان کیسا تھا۔ یہوداہ اپنے مختصر خط کی چودھویں آیت میں حنوک کی کتاب کا ذِکر کرتا ہے:

> ''اِن کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا یہ پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھو۔ خُداوندا اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا۔ تاکہ سب آدمیوں کا اِنصاف کرے اور سب بے دِینوں کو اُن کی بے دِینی کے اُن سب کاموں کے سبب سے جو اُنھوں نے بے دینی سے کیے ہیں اور اُن سب سخت باتوں کے سبب سے جو بے دِین گناہ گاروں نے اُس کی مخالفت میں کہی ہیں قصوروار ٹھہرائے۔''

یہ حنوک ۱:۹ کا اِقتباس ہے جہاں لکھا ہے:

> ''اور دیکھو وہ اپنے ہزاروں مقدسوں کے ساتھ آتا ہے، تاکہ سب کی عدالت کرے اور سب بے دِینوں کو ہلاک کرے اور سب آدمیوں کے اُن تمام بُرے کاموں کا بدلہ دے اور ناراستوں کی اُن تمام سخت باتوں کے لیے اُن کو قصوروار ٹھہرائے جو اُنھوں نے اُس کے

خلاف کہیں۔"

حنوک کی کتاب کے ساتویں باب کے مطابق عزازیل اُن گرے ہوئے فرشتوں میں سے ایک ہے جو کوہِ حرمون پر آئے، اور آدمیوں کی بیٹیوں کو لیا اور اُن سے جبار (nephilim) پیدا ہوئے۔ بنی اِسرائیل نے موسیٰ کے زمانے سے لے کر داؤد کے زمانے تک کئی سال اُن جبار کا مقابلہ کیا۔

ہم حنوک ۸:۱-۳ میں پڑھتے ہیں:

"اور عزازیل نے آدمیوں کو تلواریں، چھریاں، ڈھالیں اور سینہ بند بنانا اور زمین کی دھاتوں کو ڈھالنے کا فن سکھایا، اِس کے ساتھ ساتھ اُس نے اُنھیں کنگن، زیورات، سرمہ، پلکوں کو سنوارنے والے قیمتی پتھروں اور مختلف رنگوں کے بارے میں بھی علم سکھایا۔ پھر زمین پر بے دِینی پھیل گئی اور لوگ بدکاری میں مبتلا ہو گئے اور گمراہ ہو کر ہر ایک نے اپنی راہ اِختیار کر لی۔"

حنوک ۹:۶، ۷ میں ہمیں جبار کے خلاف لوگوں کی اِنصاف کے لیے خُدا سے کی گئی فریاد کا ذِکر ملتا ہے:

"تو نے دیکھا عزازیل نے کیا کیا، اُس نے زمین پر ہر طرف بدی پھیلا دی اور اُن آسمانی رازوں کو افشاں کر دیا جو آسمان پر محفوظ تھے اور جن کو جاننے کے لیے آدمی کوشش کر رہے تھے۔"

حنوک ۱۰:۴-۹ میں ہمیں خُدا کے فیصلے کا ذِکر ملتا ہے:

"اور خُداوند نے رفائیل سے کہا: 'عزازیل کے ہاتھ اور پاؤں کو باندھ کر اُسے تارِیکی میں ڈال دو؛ اور بیابان میں جو دُودایل کہلاتا ہے وہاں ایک گڑھا کھودو اور اُسے اُس میں پھینک دو؛ اور اُس کے اُوپر نوکیلے اور کھردرے پتھروں کا ڈھیر لگا دو اور اُسے تاریکی میں چھپا دو اور اُسے وہاں ہمیشہ (یعنی عظیم عدالت کے دِن تک) کے لیے رہنے دو اور اُس کا چہرہ ڈھانپ دو تا کہ وہ روشنی کو نہ دیکھ سکے۔ اور عظیم عدالت کے دن اُسے آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اور زمین کو بحال کرو جسے فرشتوں نے بگاڑ دیا، زمین کی بحالی کا اِعلان کرو تا کہ وبا دُور ہو۔ اور بنی آدم اُن تمام پوشیدہ باتوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہوں جو

گرے ہوئے فرشتوں نے اُن کے بیٹوں کو سکھائی ہیں۔تمام زمین عزازیل کے کاموں کی وجہ سے بگڑ گئی اور سب گناہ اُسی سے منسوب ہیں۔"

http://www.hiddenbible.come/enoch/online.html

یاد رکھیں، عزازیل کو بیابان (صحرا) میں سفید تخت کی عدالت تک اندھیرے میں باندھ کر قید میں رکھا گیا ہے۔اِس لیے دُوسرا بکرا لیا جاتا اور اُسے بیابان میں عزازیل کو دیا جاتا۔

مذکورہ اِقتباس کے آخر میں کہا گیا کہ "تمام گناہ اُسی سے منسوب ہیں" گویا دُنیا کے تمام گناہ کا ذِمے دار اُسے ٹھہرایا گیا ہے حالاں کہ آدم پیدایش ۶:۴ میں جبار کے آنے سے پہلے قبل گناہ کر چکا تھا۔تمام گناہوں کو عزازیل سے منسوب کرنے سے یہ کتاب بہ ظاہر عزازیل کی شناخت بہ طور شیطان کرتی ہے (جس نے باغ عدن میں آزمایا)۔یقیناً یہ مسیح کی راست بازی کے بالکل برعکس ہے۔حقیقی خُدا کا بیٹا اُن باغی لوگوں کے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنے آپ کو "خُدا کے بیٹے" کہا (پیدایش ۶:۴)۔یہ بنیادی طور پر اُن کے گروہ کا نام تھا۔

پیدایش ۶:۴ میں جس گناہ کا ذِکر کیا گیا ہے وہ کوہِ حرمون پر واقع ہوا۔یہ وہی جگہ ہے جہاں یسوع کی صورت بدل گئی اور خُدا نے اُسے کہا "یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں" (متی ۱۷:۵)۔کوہِ حرمون کو "کوہِ سیون" بھی کہا جاتا تھا (استثنا ۴:۴۸)، یہ وہی جگہ ہے جہاں حقیقی خُدا کے بیٹے بھی جمع ہوتے ہیں (عبرانیوں ۱۲:۲۲)۔کوہ سیون اِسرائیل کے شمال میں لبنان اور شام کی سرحد کے قریب واقع ہے۔یہ یروشلیم میں کوہِ صیون نہیں ہے۔کوہ سیون یعنی حرمون کے دامن میں دان کا شہر تھا جسے بعد میں قیصریہ فلپی کے نام سے جانا گیا۔

ہمارے لیے یہ جاننا دِل چسپی سے خالی نہیں کہ باغی "خُدا کے بیٹوں" نے ایک غیر حقیقی فرزندیت کی تحریک کا آغاز کیا، وہ اِس بات کو جانتے تھے کہ کوہِ حرمون خُدا کی طرف سے وہ مقرر شدہ جگہ ہے جہاں یسوع کی صورت کی تبدیلی کے بعد خُدا کے حقیقی فرزند جنم لیں گے۔اُنھوں نے پیدایش ۶:۴ میں گناہ کے ذریعے اِس کو روکنے کی کوشش کی لیکن اُن کو خُدا کے حقیقی فرزندوں کے وسیلے تبدیل کر دیا گیا ہے جن کا سر یسوع ہے۔

یسوع کی آزمایش نے اِس بات کو ثابت کر دیا کہ وہی واحد راست باز ہستی ہے جو پوری زمین پر بادشاہ ہونے اور حکومت کرنے کے لائق ہے۔ خُدا کے جھوٹے فرزند عزازیل نے اُسے بیابان میں آزمایا اور متی ۴:۸ میں وہ اُسے ایک اُونچے پہاڑ (غالباً کوہِ حرمون) پر لے گیا اور کوشش کی کہ وہ سمجھوتا کر لے اور اُس کی بات کو قبول کر لے۔ اگر یسوع اُس کی پیشکش کو قبول کر لیتا تو اُسے زمین پر دُوسرے درجے کا اِختیار مل جاتا اور اُسے صلیب پر مرنا نہ پڑتا۔

اُس نے اِنکار کر دیا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ یہ بات کبھی بھی خُدا کے اِلٰہی منصوبے میں شامل نہیں تھی کہ وہ سب چیزوں کی بحالی کے لیے کسی کم تر بات پر اِکتفا کر لے جس میں سب چیزیں اُس کے قدموں تلے کر دی جائیں گی (۱۔کرنتھیوں ۱۵:۲۵-۲۸)۔ درحقیقت جب یسوع نے بپتسمہ لیا تو اُس نے پہلے سے ہی اپنے آپ کو صلیب پر قربان کرنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اگر وہ اِس راہ سے منہ موڑ لیتا تو وہ نہ ہی پہلا اور نہ ہی دُوسرا بکرا بن سکتا تھا۔

آزمایش پر غالب آنے والوں کا اَجر

ہماری زبان میں آزمایش کا لفظ اُس مفہوم کو پوری طرح بیان نہیں کرتا جو کلامِ مقدس میں بیان کیا گیا ہے۔ اِس کا بہتر ترجمہ اِمتحان یا پرکھ ہے۔ جہاں اِسرائیل اور کلیسیا دونوں اُن اِمتحانوں میں ناکام ہوئے وہیں یسوع اُن میں کامیاب ہوا۔ تاہم اِسرائیل اور کلیسیا میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو غالب آنے والے تھے، یہ مرد اور عورتیں ایسے تھے جنھوں نے اُس مقام پر کامیابی حاصل کی جہاں اکثریت ناکام ہوگئی۔ اِسرائیل میں کالب اور یشوع جیسے لوگ تھے۔ کلیسیا میں بھی بہت سے وفادار لوگ موجود تھے اگرچہ اُن میں سے بہت سے لوگوں کو اپنے ایمان کی گواہی کی وجہ سے شہید ہونا پڑا اور اُنھوں نے ایک ''بہتر قیامت'' کو حاصل کیا (عبرانیوں ۱۱:۳۵)۔

یہ بہتر قیامت ''پہلی قیامت'' ہے (مکاشفہ ۲۰:۴-۶) جو صرف غالب آنے والوں کی قیامت ہے۔ کوئی بھی غیر اِیمان دار اُس پہلی قیامت میں نہیں اُٹھایا جائے گا۔ عمومی قیامت ہزار سال کے بعد ہوگی (جیسا کہ کلامِ مقدس میں بیان کیا گیا ہے) جس میں سفید تخت کی عدالت کے موقع پر تمام مردے خُدا کے سامنے

کھڑے کیے جائیں گے (مکاشفہ ۲۰: ۱۱، ۱۲)۔

یسوع نے کہا اِس عمومی قیامت میں اِیمان داروں کے ساتھ غیر اِیمان داروں کو بھی شامل کیا جائے گا (یوحنا ۵: ۲۸، ۲۹)، اور پولس رسول بھی اِس کی تائید کرتا ہے (اَعمال ۲۴: ۱۵)۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ پہلی قیامت میں صرف اِیمان داروں کی ایک قلیل تعداد کو شامل کیا جائے گا جنھیں ہم غالب آنے والے کہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ایک ''بہتر قیامت'' کو حاصل کرتے ہیں، جو نہ صرف بے اِیمانوں سے بلکہ دُوسرے اِیمان داروں سے بھی بہتر ہے۔

یہ مخصوص اِنعام کسی کی راست بازی (فسح) کی وجہ سے نہیں بلکہ اُس کی بیابانی آزمایش میں تقدیس (پنتکست) کی وجہ سے دیا جائے گا۔ تمام اِیمان داروں کو زِندگی (حیاتِ جاوداں) ملے گی، لیکن غالب آنے والے یہ اَجر پہلے حاصل کریں گے تاکہ وہ ہزار سالہ بادشاہی کے دَور میں مسیح کے ساتھ حکومت کر سکیں۔

دُوسرے کام کی آزمایش

بیابانی آزمایش کو مسیح کے دُوسرے کام کے آغاز کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ مسیح کی زِندگی میں یہ مرحلہ اُس کی خدمت کی تیاری کا مظہر ہے۔ اِسی طرح اِسرائیل کی بیابان میں چالیس سالہ آوارگی بادشاہی کی بنیاد رکھنے کا ایک اِلٰہی منصوبہ تھا۔ عصرِ حاضر میں کلیسیا کی چالیس یوبلیاں آنے والے زمانے کی بادشاہی کے لیے راست بازوں کے دِلوں کی تیاری کے لیے ہیں۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اِسرائیل اور کلیسیا میں زیادہ تر اِیمان دار اپنے دِلوں کو تبدیل کرنے میں ناکام رہے۔ اِسی وجہ سے غالب آنے والوں کو پہلی قیامت میں حیاتِ اَبدی کی برکت دی جائے گی اور صرف اُنھیں ہی ''اُس کے ساتھ ہزار برس تک بادشاہی'' کرنے کے لیے بلایا گیا ہے (مکاشفہ ۲۰: ۶)۔

اُس روز بہت سے دُوسرے اِیمان دار اپنی بے قاعدہ زِندگی اور اَندھی تقلید پر نادِم ہوں گے۔ وہ خواہش کریں گے کہ کاش اُنھوں نے اِنسانوں اور کلیسیائی ڈھانچوں پر بھروسا کرنے کی بجائے یسوع کو سنجیدگی سے لیا ہوتا، خود سے کلامِ خُدا کا مطالعہ کیا ہوتا اور اُس کی آواز کو سننا سیکھا ہوتا۔ مسیح کی آمدِ ثانی پر وہ غیر فانی حالت میں نہیں ہوں گے اور وہ اپنے بیابان میں مر جائیں گے جیسے اِسرائیلی اپنی وعدہ کی ہوئی میراث کو حاصل کیے بغیر

مر گئیے۔تاہم وہ اپنا اُجر عمومی قیامت میں حاصل کریں گے۔

اصل نکتہ یہ ہے کہ مسیح کے دُوسرے کام کے آغاز کا وقت ابھی ہونا چاہیے نہ کہ بعد میں۔اگر چہ مسیح کی دُوسری آمد پر غالب آنے والوں کو بڑی قوت سے نوازا جائے گا،لیکن ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے،حالاں کہ ہم اب بھی اِبلیس کی چالوں اور اُس کی آزمایشوں کا سامنا کر رہے ہیں۔

ہماری بیابانی آزمایش ہمارا ''موسوی دَور'' ہے جس میں ہم یشوع کے ماتحت وعدے کی سرزمین کی میراث حاصل کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔آج ہم ایک محدود پیمانے پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، کیوں کہ یہ ہماری عملی تربیت کا ایک جزو ہے۔لیکن ہمیں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ایک عظیم خدمت کی تیاری ہے تا کہ ہم مسیح کی آمدِ ثانی کے بعد خوش خبری کو ساری دُنیا میں پھیلائیں اور سب چیزوں کو اُس کے قدموں کے نیچے کر دیں۔ہم یہ نمونہ یسوع کی اپنی خدمت میں دیکھتے ہیں جس نے اپنی خدمت کا آغاز چالیس دِنوں کی آزمایش کے بعد کیا اور اِسی طرح یشوع کی حقیقی خدمت موسیٰ کی وفات کے بعد شروع ہوئی۔

بہت سے لوگوں کو یہ تاثر دیا گیا ہے کہ مسیح کی آمدِ ثانی اُس کے کام کے اِختتام یا اُس کی سبکدوشی کا وقت ہوگا۔اُن کا خیال ہے کہ وہ کسی بادل پر بیٹھ کر ستار بجانا سیکھیں گے اور اَبد تک حمد وثنا کے نغمے گاتے رہیں گے۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اُس وقت تمام اِنسان یا تو آسمان میں ہوں گے یا جہنم میں اور اُس وقت خوش خبری کی منادی کا وقت ختم ہو جائے گا۔یہ خیال حقیقت سے بالکل بعید ہے۔

یسعیاہ ۲:۲-۴ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ اُس دِن سب قومیں وہاں پہنچیں گی تا کہ وہ خُدا کی راہوں کے بارے میں سیکھیں۔بالفاظ دِیگر، پھر تارِیخ کی سب سے بڑی بادشاہی کی خدمت کا آغاز ہوگا۔ہر کوئی اِس بات کو جاننا چاہے گا کہ غالب آنے والوں نے کس طرح راست بازی، جلال اور حیاتِ اَبدی کو حاصل کیا۔خُدا کی بادشاہی ایک ''پتھر'' کی مانند ہو گی جو آغاز میں چھوٹا تھا،لیکن بڑھتے بڑھتے وہ ''ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین میں پھیل گیا'' (دانی ایل ۲:۳۵)۔یہی خُدا کی بادشاہی ہے جو عالمی سلطنتوں میں پانچویں سلطنت ہے۔ اِس کو بڑھنے کے لیے وقت درکار ہوگا اور یہ ہزار سال تک جاری رہے گی۔اور اِس میں غالب آنے والوں کے لیے سبکدوشی کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔اگر ایسے ہے تو پوری زِندگی کیوں تیاری کریں اور جب ایک عظیم بلاہٹ

میں شامل ہونے کا موقع ملے تو آپ اُس سے سبکدوش ہو جائیں؟

پولس رسول ا۔کرنتھیوں ۱۵: ۲۵-۲۷ میں قیامت کے بعد کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہتا ہے:

''کیوں کہ جب تک کہ وہ سب دُشمنوں کو اپنے پاؤں تلے نہ لے آئے اُس کو بادشاہی کرنا ضرور ہے۔ سب سے پچھلا دُشمن جو نیست کیا جائے گا وہ موت ہے۔ کیوں کہ خُدا نے سب کچھ اُس کے پاؤں تلے کر دیا ہے مگر جب وہ فرماتا ہے کہ سب کچھ اُس کے تابع کر دیا گیا تو ظاہر ہے کہ جس نے سب کچھ اُس کے تابع کر دیا وہ الگ رہا۔''

اِس آیات میں کہیں بھی سبکدوشی کا ذِکر نہیں ملتا۔ یہ وہ وقت ہوگا جب اُن سب کو یسوع کے تابع کر دیا جائے گا جو یسوع مسیح کو اپنا دُشمن سمجھتے ہیں۔ وہ سب قوموں کو ایک ہی لمحے میں اپنے تابع نہیں کرے گا، حالاں کہ اُسے ایسا کرنے کی پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ ایک تدریجی عمل ہوگا، کیوں کہ وہ قوموں کو جنگ یا طاقت کے زور سے زیر نہیں کرنا چاہتا، بلکہ وہ منادی، راست حکومت اور بادشاہی کے شہریوں کی خوش حالی کی مثال کے وسیلے اُنھیں تابع کرنا چاہتا ہے۔

یہ ''نہ تو زور سے اور نہ توانائی سے بلکہ میری رُوح'' سے ہوگا (زکریاہ ۴:۶)۔ کیوں کہ اُس ''منادی میں حکمت کی لبھانے والی باتیں نہ تھیں بلکہ وہ رُوح اور قدرت سے ثابت ہوتی تھی'' (ا۔کرنتھیوں ۲:۴)۔

درحقیقت خُدا کی بادشاہی کو صرف اُسی وقت اُن اَقوام کی سرزمین پر جائز فتح حاصل کرنے کا موقع ملے گا جب ہزار سالہ بادشاہت کے بعد باقی غیر اِیمان دار قومیں خُدا کی بادشاہی پر حملہ کریں گی (مکاشفہ ۲۰: ۷-۹)۔ اُس وقت تک منادی ہی روز کا معمول ہوگا، لیکن آخر میں خُدا شیطان کو تھوڑی دیر کے لیے کھولے گا، تا کہ وہ قوموں کو جنگ کے لیے اُکسائے اور اِس طرح خُدا کی بادشاہی کو باقی ماندہ دُنیا پر قبضہ کرنے کا جائز موقع حاصل ہوگا۔

جب ساری زمین خُدا کے تابع ہو جائے گی تو پھر بڑے سفید تخت کی عدالت ہوگی، اور سب چیزوں کی بحالی کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اُس وقت تمام ماندہ نسلوں کے مُردے عدالت کے لیے زندہ کیے جائیں گے تا کہ خُدا کی آتشی شریعت کے وسیلے اُن کی صلاح و تادِیب کی جائے (استثنا ۳۳:۲)، جس کے احکامات اُس کے تخت سے نکلنے والی آگ کی مانند ہیں (دانی ایل ۷: ۹، ۱۰)، جو بالآخر آگ کی جھیل کی صورت اِختیار کر لیتے

ہیں (مکاشفہ ۲۰:۱۴)۔

یہ ظاہری آگ نہیں ہے۔ شریعت کو خود آگ کہا گیا ہے، اور اِس میں وہ تمام فیصلے شامل ہیں جو چوری کی تلافی اور دُوسرے جرائم کے لیے چالیس کوڑے مارنے کا مطالبہ کرتے ہیں (اِستثنا ۲۵:۲،۳)۔ یسوع نے خود لوقا ۱۲:۴۸، ۴۹ میں کہا کہ کوڑے مارنا ایک آگ ہے۔

یوناہ کی دُوسری بلاہٹ

جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ جب دُوسری بار یوناہ پر خُدا کا کلام نازل ہوا تو وہ نینوہ کو گیا اور وہاں پر منادی کی۔ نینوہ کے لوگوں نے توبہ کر لی۔ اُن کی توبہ حقیقی تھی لیکن یوناہ وہاں پر نہ ٹھہرا، تاکہ اُن کو خُدا کی راہوں کی تعلیم دے، اِس لیے یہ توبہ قائم نہ رہ سکی۔ اور یہ بات قابلِ شبہ ہے کہ اُس شہر میں کسی کے پاس صحائف کا کوئی نسخہ ہو۔ پھر بھی اُن کی توبہ اتنی بھرپور تھی کہ وہ مسیح کی آمدِ ثانی پر ہونے والے عظیم کام کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ نہ صرف ایک شہر بلکہ پوری دُنیا یسوع مسیح بادشاہوں کے بادشاہ کے تابع ہو جائے گی۔ اور ساری زمین اُس کے جلال سے معمور ہو جائے گی (گنتی ۱۴:۲۱)۔

یہ سب کچھ یوناہ کی کہانی میں دِکھائے گئے نمونے کے مطابق پورا ہوگا، یوناہ نے نینوہ کو فتح کرنے کے لیے کسی قسم کی فوجی چڑھائی نہیں کی۔ اُس کے پاس صرف رُوح کی تلوار تھی، وہی تلوار جس سے ہم بھی قوموں کو مطیع کریں گے۔ یہ تلوار ہمارے منہ سے نکلنے والے کلامِ خُدا کے ذریعے عمل کرتی ہے۔

اَعمال کی کتاب میں نمونہ

اَعمال ۲:۱-۳ میں پنتکست کے دِن بالاخانہ پر شاگردوں پر خُدا کا رُوح نازل ہوا۔ یہ خُداوند کی دُوسری عظیم عید یعنی عیدِ پنتکست کی تکمیل تھی۔ لیکن افسوس کہ بہت سے لوگوں نے اِس حقیقت کو نہ جانا کہ اَعمال ۴:۳۱ میں رُوح القدس کا ایک دُوسرا نزول ہوا۔

> ''جب وہ دُعا کر چکے تو جس مکان میں جمع تھے وہ ہل گیا اور وہ سب رُوح القدس سے بھر گئے اور خُدا کا کلام دلیری سے سناتے رہے۔''

یہ پیشین گوئی اِس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ مستقبل میں رُوح القدس دوبارہ نازل ہوگا۔ یہ خُدا کی حتمی

تحریک ہے جو مسیح کے دُوسرے کام سے مربوط ہے۔ اِس مرتبہ یہ ظہور نہ تو غیر زبانوں اور نہ ہی آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہوئی زبانوں میں ہوگا بلکہ یہ خُدا کے کلام کو دلیری سے سنانے کے وسیلے ہوگا۔

یہ یوناہ کے دُوسرے کام کی طرف اِشارہ ہے جس میں اُس نے اہلِ نینوہ کو دلیری کے ساتھ خُدا کے کلام کی منادی کی۔ وہ نتائج جو یوناہ نے اپنے عہد میں دیکھے اصل میں وہ اُن عظیم تر نتائج کا پیش خیمہ ہیں جو ہمارے زمانے میں ظاہر ہونے والے ہیں۔

قرعہ ڈالنا

جب ہم یوناہ ۱:۷ میں پڑھتے ہیں کہ ملاحوں نے قرعہ ڈالا اور قرعہ یوناہ کے نام کا نکلا تو ہمیں اِسے احبار ۱۶:۸ کی تکمیل کے طور پر دیکھنا چاہیے جہاں دو بکروں کے لیے قرعہ ڈالا جاتا تھا۔ یہ دو بکرے مسیح کے دو کاموں کی پیشین گوئی کرتے ہیں، اور چوں کہ یوناہ کے نام کے معنی ''کبوتر یا فاختہ'' ہیں، اِس لیے اِن کو لازماً احبار ۱۴:۱-۷ کے دو کبوتروں سے جوڑنا چاہیے۔

یوناہ نبی بائبل مقدس کا وہ ممتاز نبی ہے جو اِن قوانین کی وضاحت کرتا اور ایک نبوتی کہانی کے ذریعے اُن قوانین کو ہم پر آشکارہ کرتا ہے۔ یوناہ کی کہانی کو سمجھے بغیر احبار کی کتاب میں بیان کیے گئے دو بکروں اور دو کبوتروں کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔

باب پنجم

حل

جیسا کہ ہم نے دیکھا جہاز کے ناخُدا نے قرعہ ڈالا تا کہ معلوم کیا جا سکے کہ یہ طوفان کس کے سبب سے آیا ہے۔ جب قرعہ یوناہ کے نام کا نکلا تو ہم یوناہ ۱:۸ میں پڑھتے ہیں:

''تب اُنھوں نے اُس (یوناہ) سے کہا تو ہم کو بتا کہ یہ آفت ہم پر کس کے سبب سے آئی ہے؟''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ملاح یوناہ سے سوال پوچھ رہے تھے۔ نویں آیت میں ہمیں یوناہ کی طرف سے محض ایک جزوی جواب ملتا ہے۔

''اُس نے اُن سے کہا میں عبرانی ہوں اور خُداوند (یہوواہ) آسمان کے خُدا بحر و برّ کے خالق سے ڈرتا ہوں۔''

یوناہ نے اِس سے کہیں زیادہ باتیں کی ہوں گی کیوں کہ اگلی آیت (۱۰) ہمیں بتاتی ہے کہ اُس نے بڑی وضاحت سے بتایا کہ وہ ترسیس کیوں جا رہا ہے۔

''تب وہ خوف زدّہ ہو کر اُس سے کہنے لگے تُو نے یہ کیا کیا؟ کیوں کہ اُن کو معلوم تھا کہ وہ خُداوند کے حضور سے بھاگا ہے اِس لیے کہ اُس نے خود اُن سے کہا تھا۔''

یوناہ نے اِقرار کیا کہ وہ خُدا کی حضوری سے بھاگ آیا ہے اور ملاح اِس بات کو جان گئے کہ اِسی وجہ سے سمندر میں طوفان آیا ہے۔

یوناہ عبرانی

یوناہ نے نہ تو اپنی شناخت اِسرائیلی اور نہ ہی زبولون کے رِہایشی کے طور پر کرائی، بلکہ اُس نے کہا کہ وہ ایک عبرانی ہے۔ بولنگر اِس بات کو اُس زبان سے منسوب کرتا ہے جو وہ بولتا تھا۔ لیکن یہ وضاحت اُس گہری

سچائی کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔

لغوی طور پر عبرانی پردیسی یا غریب الوطن کو کہا جاتا ہے، یعنی وہ شخص جو ایک مُلک سے دُوسرے مُلک میں چلا جاتا ہے۔ یہ لفظ عبری (ibriy) ہے جو عبر (eber) سے ماخوذ ہے اور یہ وہ بزرگ ہیں جن کا ذِکر پیدایش ۱۱: ۱۵-۱۷ میں ہوا ہے اور اُن کے نام کے معنی ''پار کی سرزمین'' ہے۔ بائبلی اِعتبار سے عبر کی نسل کو عبرانی کہا جاتا تھا، اِسی وجہ سے اَبرہام نے اپنے آپ کو عبرانی کہا (پیدایش ۱۴: ۱۳)۔

اَبرہام اِسرائیلی نہیں تھا، کیوں کہ وہ اپنے پوتے یعقوب کی نسل سے نہیں تھا، کیوں کہ یعقوب پہلا شخص تھا جسے اِسرائیل کا نام دیا گیا۔ نہ ہی اَبرہام یہودی تھا کیوں کہ وہ اِسرائیل کے بیٹے یہوداہ کی نسل سے نہیں تھا۔ وہ ایک عبرانی تھا۔

وسیع تر معنوں میں بہت سے دُوسرے غریب الوطن لوگوں کو جو دجلہ وفرات سے شام اور کنعان نقل مکانی کر کے گئے اُن کو بھی عبرانی کہا جاتا تھا، اِس بات کی تصدیق ماہرین آثارِ قدیمہ کی جانب سے دریافت کی گئی مٹی اور پتھر کی تختیوں سے ہوتی ہے۔ تاہم، بائبلی تناظر میں بنیادی طور پر عبرانی، عبر کی نسل اور خاص طور پر اَبرہام کی نسل سے تھا جو اُس نسل میں پہلوٹھے کے حق کا وارث تھا۔

بہت سالوں بعد، جب یسوع نئے عہد کے درمیانی کے طور پر آیا تو اُس وقت عبرانیوں کا خط لکھا گیا تاکہ اُن لوگوں کو راستہ دِکھایا جا سکے جو پرانے عہد سے نئے عہد کی جانب منتقل ہونا چاہتے ہیں۔ اُس وقت عبرانی کا مطلب ایک وسیع مفہوم اِختیار کر گیا کیوں کہ اَبرہام کو اپنے باپ کے وطن کو چھوڑ کر ایک نئی سرزمین کی طرف جانے کی دعوت دی گئی، وہ اُن تمام یہودیوں کے لیے ایک نمونہ بن گیا جو پرانے عہد کے مذہبی طور طریقوں کو چھوڑ کر مسیح میں ایک نئی زِندگی کی طرف بلائے جا رہے تھے۔

لیکن اِس بات کا یوناہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ یوناہ نے اپنے آپ کو عبرانی کیوں کہا؟

یہ شناخت جزوی طور پر رمزیہ اور نبوتی تھی۔ رمزیہ طور پر یوں تھی کہ یوناہ خُدا کی مرضی کے خلاف ترسیس کو بھاگ رہا تھا۔ اِس لحاظ سے وہ ہرگز اَبرہام کی مانند نہیں تھا حالاں کہ دونوں نے مغرب کی جانب سفر کیا۔ کیوں کہ اَبرہام نے خُدا کی فرماں برداری کی اور یوناہ نے خُدا کی نافرمانی کی۔

تاہم یوناہ کی نافرمانی بھی اِلٰہی منصوبے سے روگرداں نہ تھی۔ کیوں اُس کا یہ عمل اُسے مسیح کی مثل بننے کی طرف لے گیا جس میں اُس نے مسیح کی موت، اُس کے دفن ہونے اور اُس کے جی اُٹھنے کا نمونہ پیش کیا۔ جب یسوع نے یوناہ کی پیشین گوئی کو پورا کیا، تو اُس نے نئی عبرانی قوم یعنی اُن سب لوگوں کو زِندگی کا راستہ دِکھایا جو خُدا کی بادشاہی کی جانب نقل مکانی کر رہے تھے۔

آسمان کا خُدا

یوناہ نے اپنے خُدا کی شناخت بہ طور آسمان کے خُدا بحر و برّ کے خالق کے طور پر کرائی۔ اُس نے یہ نہیں کہا ''اَبرہام، اِضحاق اور یعقوب کا خُدا'' (خروج ۳:۱۵)، اور نہ ہی اُس نے ''اِسرائیل کا خُدا'' (خروج ۵:۱) کہا، کیوں کہ یہاں وہ اپنے لوگوں سے مخاطب نہیں تھا۔ اِس لیے یہاں اُس نے ذاتی تعلق یا اُس عہد پر زور دینا مناسب نہ سمجھا جو خُدا نے اِسرائیل سے باندھا تھا۔ اِس کی بجائے یوناہ نے اُس کی شناخت بہ طور آسمان کے خُدا کرائی تا کہ اُسے خالق اور سب آدمیوں کے سچے خُدا کے طور پر ظاہر کرے۔

بولنگر اِس نکتہ کو واضح کرتا ہے کہ یہ مخصوص اِصطلاح ''آسمان کا خُدا'' پہلی مرتبہ ۲۔تواریخ ۳۶:۲۳ میں اِستعمال ہوئی ہے جب اِسرائیل اور یہوداہ دونوں بابل اور اُسور کی اسیری میں جا چکے تھے۔ وہ اِس آیت پر اپنے نوٹس میں کچھ یوں راقم ہے: ''یہ اِصطلاح غیر اَقوام کے دَور کے لیے مخصوص ہے جب خُدا آسمان سے کام کرتا ہے نہ کہ کروبیم کے درمیان یہوواہ اِسرائیل کے خُدا کے طور پر یا تمام زمین کے خُدا کے طور پر''۔

جیسے بہت سے بادشاہوں کے مختلف اَلقابات ہوتے ہیں جو اُن کے لوگوں یا قوم کے ساتھ مختلف تعلقات کی عکاسی کرتے ہیں، اُسی طرح خُدا کے بھی مختلف نام اور اَلقابات ہیں۔ جب تک خُدا کی حضوری اِسرائیل کے درمیان عہد کے صندوق کے اُوپر قائم رہی وہ اِسرائیل کا خُدا کہلاتا رہا، لیکن حزقی ایل ۱۱:۲۳ میں خُدا کا جلال یروشلیم سے اُٹھ گیا اور چھے صدیوں تک کوہِ زیتون پر ٹھہرا رہا۔ پھر جب مسیح اپنے جی اُٹھنے کے چالیس دِن کے بعد اُسی پہاڑ سے صعود فرما گیا تو اُس کے اُٹھ جانے کا عمل مکمل ہو گیا (اَعمال ۱:۳، ۹، ۱۲)۔

بولنگر کہتا ہے کہ غیر اَقوام کے دَور میں اُس کا لقب ''آسمان کا خُدا'' تھا۔ پھر جب مسیح واپس آئے گا تو اُسے بہ طور ''تمام زمین کے خُدا (مالک، بادشاہ اور حکمران) کے طور پر جانا جائے گا۔ وہ اُس وقت بھی اِسرائیل

کا خُدا تھا جب اِسرائیل نے اُس کے خلاف بغاوت کی، وہ اُس وقت بھی آسمان کا خُدا تھا جب باغی قومیں جنھیں حکمرانی کا اِختیار دیا گیا وہ اُس کے احکام کو نظرانداز کر رہی تھیں، لیکن مسیح کے آنے کے بعد سب چیزوں کو اُس کے قدموں کے نیچے کر دے گا اور تمام غاصبوں کو ہٹا دے گا اور حکمرانی کا اِختیار قادرِ مطلق کے مقدسوں کو سونپ دے گا (دانی ایل ۷:۲۷)۔

اُس وقت یوناہ نے اُسے بہ طور یہوواہ ''آسمان کا خُدا'' کہا، تا کہ وہ ملاحوں کو یہ بات باور کرا سکے کہ وہ ''زمین و آسمان'' کا خالق ہے (پیدایش ۱:۱۰)۔ یہ حقیقت ہے کہ اُن کا جہاز سمندر کی موجوں میں بُری طرح ہچکولے کھا رہا تھا، اِس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ وہی خُدا تھا جس نے یوناہ کی عدالت کرنے کے لیے سمندر میں طوفان بھیجا تھا۔ نیپچون سمندر کا خُدا نہیں تھا بلکہ یہوواہ خُدا ہی سمندر کا خالق اور خُدا ہے۔

مزید برآں، یوناہ وہ نبی تھا جو نہ صرف مسیح بلکہ اِسرائیل کی بھی تصویر کشی کر رہا تھا۔ اُس کی نافرمانی اِسرائیل کے دِل کو ظاہر کرتی ہے۔ اُس کی قوم پرستی اُن اِسرائیلیوں کی تنگ نظری کی عکاسی کرتی ہے جو خُدا کو صرف اپنی قوم کے خُدا کے طور پر دیکھتے ہیں۔ بہت جلد اِسرائیل کی عدالت (طوفان) ہونے والی تھی۔ اور پھر اِسرائیلیوں کو بھی زبردستی عبرانی جلاوطنوں کی طرح دُوسرے مُلکوں میں جانا پڑے گا۔

لیکن یقیناً اِسرائیل اور دُوسری تمام اَقوام کے لیے بالآخر یہ حل ہے کہ وہ اُس آسمانی اور رُوحانی ''شہر'' کی طرف نقل مکانی کریں جس کو اَبرہام نے دیکھا (عبرانیوں ۱۱:۱۶)۔ اُس شہر کا راستہ صرف نئے عہد کے وسیلہ سے ہی میسر آتا ہے، وہ راستہ سب کے لیے کھلا ہے اور اُسے یسوع مسیح پر اِیمان لانے کے وسیلے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

تم نے یہ کیا کیا؟

یوناہ ۱:۱۰ میں جب ملاحوں نے یوناہ کا اِقرار سنا تو وہ غصے اور مایوسی سے بھر گئے اور اُنھوں نے اُس سے کہا، ''تم نے یہ کیا کیا؟ کنگ جیمز ورژن میں اِس کا انگریزی ترجمہ اِس طرح کیا گیا ہے: ''why hast thou done this?'' اور اگر اِس کا اُردو ترجمہ کیا جائے تو وہ کچھ یوں ہوگا، ''تو نے یہ کیوں کیا؟''

چوں کہ اِس گفتگو کو مختصر بیان کیا گیا ہے اِس لیے ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا یوناہ نے اُنھیں اِس کا

پورا جواب دیا یا نہیں۔ ممکنہ طور پر یوناہ کے پاس وقت نہیں تھا کہ وہ اُنھیں مکمل وضاحت دیتا کیوں کہ طوفان کی وجہ سے وہ سب پریشان تھے اور اپنی جان بچانے کے لیے تگ و دو کر رہے تھے۔ایک قاری کے نقطہ نظر سے ہمیں یوناہ ۴:۱-۳ تک اِس سوال کا جواب نہیں دیا گیا۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ یوناہ ایک راسخ قوم پرست تھا اور وہ اِسرائیل کے گھرانے پر خُدا کی عدالت سے بالکل متفق نہیں تھا۔ وہ ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ نینوہ کو توبہ کا موقع ملے۔ یوناہ چاہتا تھا کہ اسُوری لوگ اپنے گناہ کی وجہ سے تباہ و برباد ہو جائیں کیوں کہ وہ چاہتا تھا کہ اِسرائیلی اپنی بغاوت اور مسلسل خُدا کے قوانین کی خلاف ورزی کے باوجود خُدا کی قوم بنے رہیں اور اُس کی عدالت سے بچ جائیں۔

یوناہ بالکل نہیں چاہتا تھا کہ خُدا نینوہ کو بچائے، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اسُوری بہت جلد اِسرائیل کے گھرانے پر حملہ کر کے اُنھیں فتح کر کے جلاوطن کر دیں گے۔رمزیہ طور پر یوناہ نے اپنے آپ کو جلاوطن کر لیا تا کہ وہ اُس بات کی علامت بنے جو اِسرائیل کے ساتھ ہونے والی تھی۔ پھر ایک بڑی مچھلی نے یوناہ کو نگل لیا یہ قوم کی موت کی تصویر کشی کرتی ہے جیسے ہوسیع ۸:۸، ۹ میں پیشین گوئی کی گئی تھی۔

> ’’ اِسرائیل نگلا گیا۔ اب وہ قوموں کے درمیان ناپسندیدہ برتن کی مانند ہوں گے۔کیوں کہ وہ تنہا گورخر کی مانند اسور کو چلے گئے ہیں۔‘‘

ہوسیع ۷:۱۱ میں اِسرائیل کو ایک ’’بے وقوف و بے دانش فاختہ‘‘ کہا گیا ہے، یعنی نادان یوناہ۔ چناں چہ ہوسیع نے ملاحوں کے اِس سوال ’’تو نے یہ کیا کیا؟‘‘ کا جواب یہ دیا کہ یوناہ نادانی سے کام لے رہا تھا۔۔وسیع تر معنوں میں اِس کا جواب یہ ہے کہ خود اِسرائیل بھی نادان تھا کیوں کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ خُدا کی شریعت کی خلاف ورزی کر کے وہ بچ سکتے ہیں۔

وہ نادانی آج تک جاری ہے اور ہر نسل یہی سوال کرتی ہے کہ خُدا نے کیوں اُن اَقوام کو اِسرائیل پر حکومت کرنے کی اِجازت دی جو آدمیوں کے بنائے گئے قوانین اور روایات پر عمل کرتی ہیں۔

ہم تجھ سے کیا کریں؟

یوناہ ۱:۱۱ میں لکھا ہے:

''تب اُنھوں نے اُس سے پوچھا ہم تجھ سے کیا کریں کہ سمندر ہمارے لیے ساکن ہو جائے؟''

یہ بات خالی اَز دِل چسپی نہیں کہ ملاحوں کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ یوناہ کے ساتھ کیا کریں۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہوواہ کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے یوناہ کی کیا سزا ہونی چاہیے۔ لیکن پولس رومیوں ۶:۲۳ میں ہمیں جواب دیتا ہے،''گناہ کی مزدوری موت ہے''۔

بہ طور اِسرائیل کی نبوتی مثل یوناہ گناہ کا مرتکب ہوا تھا اور اُس کی سزا موت تھی۔ لیکن بہ طور مسیح کی نبوتی مثل یوناہ نے اِسرائیل کے گناہ بلکہ پوری دُنیا کے گناہ کو اپنے اُوپر لے لیا (ا۔یوحنا ۲:۲)۔

یوناہ نے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا، ایسا کرنے سے اُس نے پیشین گوئی کی کہ یسوع مسیح بھی پوری دُنیا کے گناہ کے لیے قربان ہونے کے لیے آئے گا۔

دو طریقے ہیں جن کے ذرِیعے لوگوں کو اپنے آپ کو خود سزا دینے کے لیے کہا جاتا ہے۔ پہلا غیر جانبدار اِنصاف کے ذریعے جسے ہم ناتن نبی کی داؤد کو کی جانے والی ملامت میں دیکھتے ہیں جب اُس نے بت سبع سے زِنا کیا (۲۔سموئیل ۱۲:۵)۔ یہی بات ہم متی ۲۱:۴۰، ۴۱ میں دیکھتے ہیں جب یسوع نے فریسیوں سے پوچھا کہ وہ اُن باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا جنھوں نے تاکستان پر قبضہ کر لیا۔

دُوسرا طریقہ کھلی عدالت کے ذریعے ہے جسے ہم یوناہ کے معاملے میں دیکھتے ہیں اور اُسی طرح اُن تمام تائب گناہ گاروں میں بھی جو خُدا کی شریعت سے متفق ہوتے ہیں کہ خُدا کے فیصلے سچے اور برحق ہیں۔ پولس رومیوں ۷:۱۲ اور ۲۲ میں کہتا ہے۔

''پس شریعت پاک ہے اور حکم بھی پاک اور راست اور اچھا ہے۔۔۔ کیوں کہ باطنی اِنسانیت کی رُو سے تو میں خُدا کی شریعت کو بہت پسند کرتا ہوں۔''

ہمیں یہ بات کہتے ہوئے بالکل عار محسوس نہیں ہونی چاہیے کہ اپنے خلاف صادِر فیصلے کو ہم اُسی وقت دِل سے تسلیم کر سکتے ہیں جب ہمیں یہ شعور حاصل ہو جائے کہ یہ فیصلہ حتمی اَنجام نہیں ہے۔ موت کے بعد قیامت آتی ہے۔ شریعت کے تمام فیصلوں کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے سے ہی مکمل معافی ملتی ہے۔ موت عارضی ہے اور

اِس کے بعد حیات اَبدی ہے۔

ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ یوناہ کو اِس بات کا علم تھا یا نہیں کہ وہ اُس گہرے پانی (قبر) سے بچ پائے گا یا نہیں۔ یقیناً اُسے اِس بارے میں کچھ نہ کچھ اِدراک تھا کیوں کہ وہ مسیح کی مثل تھا اور یسوع نے واضح طور پر صلیب کے پار اُس جلال کو دیکھا جو اُسے اِلٰہی عدالت کے بعد ملنے والا تھا۔

مجھے سمندر میں پھینک دو

یوناہ ۱:۱۲ میں نبی اُن کو جواب دیتا ہے:

''تب اُس نے اُن سے کہا مجھ کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دو تو تمھارے لیے سمندر ساکن ہو جائے گا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ یہ بڑا طوفان تم پر میرے ہی سبب سے آیا ہے۔''

اِس بات میں کئی ایک رُوحانی اُصول پنہاں ہیں جن سے سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اوّلاً، ایک سرکش نبی یوناہ نے خُدا کی شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔ ثانیاً، اُس نے مسیح کی بابت پیشین گوئی کی جو لوگوں کی نجات کے لیے مرنے والا تھا۔ (یہ اَمر قابلِ غور ہے کہ نجات پانے والے اِسرائیلی نہیں بلکہ غیر قوم ملاح تھے) ثالثاً، اِس عمل سے غضبِ بحر سکون پا ہو جاتا ہے۔ سمندر ''اُمتیں اور گروہ اور قومیں اور اہلِ زبان'' کی تصویر کشی کرتا ہے (مکاشفہ ۱۷:۱۵)۔ یسعیاہ ۵۷:۲۰، ۲۱ میں اُن کے ظلم وستم اور برگشتگی کی عکاسی کی گئی ہے۔

''لیکن شریر تو سمندر کی مانند ہیں جو ہمیشہ موجزن اور بے قرار ہے۔ جس کا پانی کیچڑ اور گندگی اُچھالتا ہے۔ میرا خُدا فرماتا ہے کہ شریروں کے لیے سلامتی نہیں۔''

وہ اِلٰہی سکونِ قلب جو فہم و اِدراک سے بالاتر ہے وہ صرف مسیح کی قربانی کے وسیلے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اِن جنگوں کا خاتمہ صرف اُس کی موت کی وساطت سے ہی ممکن ہے۔

مزید برآں اِس اُصول کو دوبارہ اُس وقت واضح کیا گیا جب یسوع پانی پر چلا، اگر چہ پانی میں طوفان تھا مگر وہ اُس کے قدموں کے نیچے پُرسکون ہو گیا۔ جب ''یوناہ کے بیٹے' پطرس نے اُسے ملنے کے لیے پانی سے باہر قدم بڑھایا تو اُس نے تب تک اُس پُرسکون پانی کا تجربہ کیا جب تک اُس نے اپنی نگاہیں یسوع سے ہٹا کر

پانی کی موجوں کی طرف نہ کیں۔

لہٰذا یہ ایک بالکل واضح پیغام ہے۔ اگر یسوع کو سمندر میں ڈال دیا جائے گا تو سمندر پُرسکون ہو جائے گا۔ دُوسری طرف جب غالب آنے والے (جو پطرس کی نمائندگی کرتے ہیں) اُسے ملنے کے لیے کشتی سے باہر نکلیں گے تو وہ بھی اُس سکوت کا تجربہ کریں گے، بشرطیکہ وہ اپنی نگاہیں اُس پر مرکوز رکھیں۔

ناخُدا کے اَغراض

یوناہ ۱:۱۳ میں مرقوم ہے:

''تو بھی ملاحوں نے ڈانڈ چلانے میں بڑی محنت کی کہ کنارہ پر پہنچیں لیکن نہ پہنچ سکے کیوں کہ سمندر اُن کے خلاف اَور بھی زیادہ موجزن ہوتا جاتا تھا۔''

ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ملاحوں نے خود یہ فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ناخدا ایک دِیانت دار اور فرض شناس آدمی تھا اور چوں کہ یوناہ نے کرایہ ادا کیا تھا اِس لیے اُسے توقع تھی کہ جہاز اُسے ترسیس لے جائے گا اور ناخُدا اَخلاقاً اور فرضاً اِس بات کا پابند تھا کہ وہ اُسے وہاں پہنچائے۔ اُس کے اِرادے نیک تھے، لیکن وہ اِلٰہی منصوبے کے خلاف نہیں لڑ سکتا تھا، کیوں کہ وہ ایک نبوتی تمثیل میں بندھا ہوا تھا، اور ایک عظیم اِلٰہی قوت اِن تمام واقعات کو قابو میں رکھے ہوئے تھی۔

یوناہ ۱:۱۴، ۱۵ میں آگے یوں بیان کیا گیا ہے:

''تب اُنھوں نے خُداوند کے حضور گڑگڑا کر کہا اَے خُداوند ہم تیری منت کرتے ہیں کہ ہم اِس آدمی کی جان کے سبب سے ہلاک نہ ہوں اور تُو خونِ ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈالے کیوں کہ اَے خُداوند تُو نے جو چاہا سو کیا۔ اور اُنھوں نے یوناہ کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دیا اور سمندر کا تلاطم موقوف ہو گیا۔''

یوناہ نے جہاز پر اپنے آخری لمحات میں جہاز کے عملے کو قائل کر لیا کہ وہ اِسرائیل کے خُدا یہوواہ سے دُعا کریں۔ اُنھوں نے بڑی دِل گرفتگی اور مجبوری سے نبی کو سمندر میں پھینک دیا۔ اِس عمل سے وہ نبوتی طور پر فقیہوں اور فریسیوں کا کردار ادا کر رہے تھے جنھوں نے یسوع کو موت کے حوالے کر دیا۔ نہ کہ وہ اُس فریب

خوردہ ہجوم کا کردار ادا کر رہے تھے جنھوں نے مطالبہ کیا کہ ''اُسے صلیب دو!'' (یوحنا ۱۹: ۱۵)۔

اِس کے برعکس جہاز کا ناخُدا اور ملاح یوناہ کی خود سے دی جانے والی قربانی کو قبول کر رہے تھے اور یوں وہ اُن لوگوں کا کردار ادا کر رہے تھے جو بعد میں یسوع کی صلیب پر دی جانے والی قربانی کو قبول کرے گا۔ ملاحوں نے یہوواہ سے دُعا کی لیکن سردار کاہنوں نے نہ کی۔ دراصل متی ۲۱: ۳۸ میں یسوع نے تاکستان کی تمثیل میں باغبانوں (سردار کاہنوں) کے بارے میں یوں کہتا ہے '' آؤ اِسے قتل کر کے اِس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔'' اُس کا اِرادہ تھا کہ وہ تاکستان (بادشاہی) کو اپنے مفاد کے لیے غاصب کرنا چاہتے تھے، جب کہ جہاز کے ملاحوں کی ایسی کوئی نیت نہ تھی۔

تبدیلی

یوناہ ۱: ۱۶ میں لکھا ہے:

> '' تب وہ خُداوند (یہوواہ) سے بہت ڈر گئے اور اُنھوں نے اُس کے حضور قربانی گذرانی اور نذریں مانیں۔''

نفسانی اِدراک سے خُداوند سے ڈرنے سے مراد اُس سے خوف زدہ ہونا ہے۔ لیکن جیسے ہی محبت خوف کو دُور کرنے لگتی ہے تب خُداوند کے خوف سے مراد اُس کی عزت کرنا اور اُس کے نام کو عزت اور جلال دینا ہوتا ہے اور خاص طور پر اُس کی فرماں برداری کو فرضِ اوّلین سمجھنا ہے۔ یہوواہ کو تمام اَقوام پر حکمرانی کرنے کا حق حاصل ہے۔

اِس عظیم تبدیلی کے بعد ہمیں اُن ملاحوں کی زِندگیوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ کیا وہ خُدا کی شریعت اور اُس کے احکامات کو جاننے کے متلاشی ہوئے؟ آیا وقت کے ساتھ اِس واقعہ کی یاد دُھندلا گئی؟ کیا وہ دوبارہ بت پرستی کی طرف لوٹ گئے؟ ہمیں اِس کا کوئی علم نہیں ہے۔ تاہم اِس واقعہ کا بائبلی مقصد اِس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ جب لوگ مسیح کی قربانی کو قبول کرتے ہیں تو وہ تبدیل ہو جاتے ہیں۔

جو نذریں اور عہد اُنھوں نے اُس کے حضور مانے دراصل یہ وہی تھے جو بنی اِسرائیل نے کوہِ حورب کے مقام پر خُدا سے کیے تھے، جب اُنھوں نے خروج ۱۹: ۸ میں کہا، '' جو کچھ خُداوند نے فرمایا ہے وہ سب ہم کریں

گے۔'' اگرچہ یہ محض عہدِ عتیق کا ایک وعدہ تھا جسے مکمل طور پر پورا کرنا ممکن نہ تھا، لیکن اُس وقت اور اُس دَور میں یہ قابلِ قبول تھا کیوں کہ یہ یہوواہ کے ساتھ تعلق کا آغاز تھا۔ یقیناً وقت کے ساتھ اِس تعلق کو مقامِ اوج تک لے کر جانے کی ضرورت تھی۔

قبر میں وقت

یوناہ ۱:۱۷ میں مرقوم ہے:

''لیکن خُداوند نے ایک بڑی مچھلی (gadole dag) مقرر کر رکھی تھی کہ یوناہ کو نگل جائے اور یوناہ تین دِن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا۔''

وہ لفظ جس کا ترجمہ نیو امریکن اسٹینڈرڈ بائبل میں ''شکم'' یا کنگ جیمز ورژن میں ''پیٹ'' کیا گیا ہے وہ عبرانی کا لفظ می آہ (meah) ہے، یہ لفظ ایک ایسے لفظ سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی ''نرم'' کے ہیں۔ یہ ''پیٹ کے اندورنی نرم اَعضا'' یا ''باطنی حصوں'' کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یوناہ مچھلی کی تنفّسی نالی کی جانب چلا گیا جہاں اُسے زِندہ رہنے کے لیے کافی مقدار میں آکسیجن میسر آ سکتی تھی، جب کہ دُوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں نگلا گیا، جو کہ ''زمین کے اندر'' کی نبوتی مثل سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے (متی ۱۲:۴۰)۔

فیرر فن ٹون (Ferrar Fenton) سارے مسئلے کو نظر انداز کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بڑی مچھلی دراصل وہاں سے گزرتے ہوئے ایک جہاز کا نام تھا، جس نے اُسے بچا لیا اور تین دن اور تین رات اُسے جہاز کے تہہ خانے میں رکھنے کے بعد خشکی پر اُتار دیا۔ اگر یہ بات دُرست ہے تو اُس جہاز کا نام اُسے نینوہ یعنی ''مچھلی کے شہر'' کی نبوتی تصویر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یقیناً اِس پیغام کی سچائی اِس بات پر منحصر نہیں کہ وہ ''مچھلی'' کس قسم کی تھی، سوائے اِس کے کہ اُس کا تعلق نینوہ سے ہو۔

تین دِن اور تین راتیں

شاید ہی کوئی اور نبوت ہو جس پر اِتنا اِختلاف ہوا ہو جتنا اِس بات پر ہے کہ یوناہ تین دِن اور تین رات

مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ اِس نبوت کی اہمیت کو اُن لوگوں نے اِنتہا تک پہنچا دیا جو یسوع کی پوری خدمت کو اِس نظریے پر قائم کرتے ہیں کہ وہ بہتّر گھنٹے قبر میں رہا، جو کہ اُن کی متی ۱۲: ۴۰، ۴۱ کی تشریح ہے۔

درحقیقت اصل مسئلہ یہ ہے کہ متی ۱۲: ۴۰ ہی وہ واحد موقع ہے جب یسوع نے کہا کہ وہ ''تین دِن اور تین رات'' قبر میں رہے گا۔ دراصل وہ یہاں یوناہ ۱: ۱۷ کا اِقتباس کر رہا تھا، لیکن دِیگر مواقعوں پر اُس نے اکیس (۲۱) مرتبہ اِس بات کا ذِکر کیا کہ وہ تیسرے دِن مُردوں میں سے زِندہ ہو گا۔ پہلی بار اِس کا ذِکر متی ۱۶: ۲۱ میں کیا گیا ہے:

''اُس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اُسے ضرور ہے کہ یروشلیم کو جائے اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دُکھ اُٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے دِن جی اُٹھے۔''

دُوسری مثال ہمیں لوقا ۱۸: ۳۲، ۳۳ میں ملتی ہے:

''کیوں کہ وہ غیر قوم والوں کے حوالہ کیا جائے گا اور لوگ اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے اور بے عزت کریں گے اور اُس پر تھوکیں گے۔ اور اُس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور وہ تیسرے دِن جی اُٹھے گا۔''

لوقا ۱۳: ۳۲ میں اُس نے اِس عبارت کی توضیح کی اور کہا:

''اُس نے اُن سے کہا کہ جا کر اُس لومڑی سے کہہ دو کہ دیکھ میں آج اور کل بدرُوحوں کو نکالتا اور شفا بخشنے کا کام اَنجام دیتا رہوں گا اور تیسرے دِن کمال کو پہنچوں گا۔''

بالفاظ دِیگر، ''آج'' کو بھی تیسرے دِن کی گنتی میں شمار کیا جاتا ہے۔ تیسرا دِن، کل کے بعد آنے والا دِن ہوتا ہے، اور گنتی کا یہی اصول عام طور پر یہودیوں میں رائج تھا۔

چناں چہ جب تک ہم اُسے مکمل طور پر نظر انداز کرنے کو تیار نہ ہوں، ہمیں لازماً یا تو اِکیس بیانات کو بہتّر گھنٹوں کے دورانیے کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرنی ہو گی یا پھر ''تین دن اور تین رات'' کے واحد بیان کو اُن اِکیس بیانات کے مطابق سمجھنے کی کوشش کرنی ہو گی۔

''دِن اور رات'' ایک عبرانی محاورہ ہے جس کا مطلب غیر منقطع وقت ہے۔ بالفاظ دِیگر، نہ ہی یوناہ اور نہ

ہی یسوع نے تین دِن زمین کے اندر گزارے، بلکہ وہ رات کے وقت باہر آ گئے، اُن کی آزمایش بلاتوقف دِن اور رات جاری رہی۔

یہ تصور ہمیں آستر ۴:۱۶ میں نظر آتا ہے جہاں ملکہ نے لوگوں سے کہا کہ وہ اُس کے لیے روزہ رکھیں، اُس نے کہا، ''اور تین روز تک دِن اور رات نہ کچھ کھاؤ نہ پیو۔'' پھر ہم آستر ۵:۱ میں پڑھتے ہیں ''اور تیسرے دِن'' آستر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئی۔ اُس نے بہتّر گھنٹوں کا اِنتظار نہ کیا۔

یسوع بھی قبر میں بہتّر گھنٹے نہیں رہا۔ اِبتدائی کلیسیا اِس بات پر متفق تھی کہ یسوع تیسرے دِن کی صبح مُردوں میں سے جی اُٹھا۔ اُن کے ذہنوں میں کبھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ یہ بات یسوع کے بیان ''تین دِن اور تین رات'' سے متصادم ہوسکتی ہے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ ایک عبرانی محاورہ ہے نہ کہ بہتّر گھنٹوں کے بارے میں کوئی بیان۔

باب ششم

یوناہ پاتال میں

جب یوناہ کو اُس کے کہنے کے مطابق سمندر میں پھینک دیا گیا تو اِس بات نے مسیح کی موت سے کہیں زیادہ اُس کی گہری حقیقت کو بیان کیا۔ یہ مسیح کے ردّ کیے جانے کے بارے میں بھی پیشین گوئی ہے۔ ہم مسیح کے ردّ کیے جانے کو اُس کی موت سے الگ نہیں کر سکتے، کیوں کہ اُسے ردّ کیے بغیر کبھی بھی مصلوب نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اُس کی موت اِنسانوں کے تلاطم خیز سمندر کو ساکت کرنے اور اِلٰہی عدالت کے لیے اَز حد ضروری تھی۔

بعد اَزاں، جہاز میں سوار لوگوں نے "قربانی گذرانی اور نذریں مانیں" (یوناہ ۱: ۱۶)۔ اور یہ قوموں کے خُدا کی طرف پلٹنے اور بحالی کی پیشین گوئی تھی۔ اگرچہ یہ غیر اِسرائیلی اِسرائیل کے خُدا کے حضور قربانی گذران رہے تھے، یہ اِس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ بحالی قومی سطح پر نہیں بلکہ عالم گیر سطح پر ہوگی۔

یہ منظر نینوہ شہر کی تبدیلی کی بھی پیشین گوئی کرتا ہے جو ہمیں اِس کام کے نتائج اور نبوت کی اِنتہا کے بارے میں بتاتا ہے۔ نینوہ کے لوگ اِسرائیلی نہیں تھے۔

پاتال میں یوناہ کی دُعا

یوناہ کی کتاب کا دُوسرا باب اُس دُعا کا نقشہ کھینچتا ہے جو اُس نے بڑی مچھلی کے پیٹ میں کی۔ یوناہ ۲: ۱-۲ میں لکھا ہے:

"تب یوناہ نے مچھلی کے پیٹ میں خُداوند اپنے خُدا سے یہ دُعا کی:
میں نے اپنی مصیبت میں خُداوند سے دُعا کی
اور اُس نے میری سنی۔
میں نے پاتال کی تہ سے
دُہائی دی۔ تُو نے میری فریاد سنی۔"

چوں کہ یوناہ نے اپنی گواہی کو بعد میں قلم بند کیا، اِس لیے وہ اپنے قارئین کو یہ بات بتا سکا کہ خُدا نے اُس کی دُعا کو سنا۔

مچھلی کے پیٹ (باطنی اعضا: meah) کو "پاتال کی تہ" کہا گیا ہے۔ عبرانی لفظ شیول (shoel) کا ترجمہ اکثر جہنم کیا جاتا ہے، لیکن اِس کا زیادہ دُرست ترجمہ "قبر یا گڑھا (جہاں مُردے کو رکھا جاتا ہے)" ہونا چاہیے۔ قدیم انگریزی لفظ hell کا مطلب "ڈھانپنا" ہے، جیسا کہ آج بھی ہم لفظ helmet (سر کو ڈھانپنا) میں اِن معنوں کو دیکھتے ہیں۔ کسان آلوؤں کو محفوظ رکھنے کے لیے زمین دوز ذخیرہ خانوں میں رکھتے تھے۔ ایک زرعی غلام (helot) وہ غلام یا مزارع ہوتا تھا جو ایک مالک یا آقا کی سرپرستی یا اُس کی اِطاعت میں ہوتا تھا۔

ہفتادی (Septuagint) ترجمے میں عبرانی کے لفظ شیول کا ترجمہ یونانی میں "ہاڈِس" (hades) کے طور پر کیا گیا ہے ۔ یوں عہدِ جدید میں عہدِ عتیق کے لفظ شیول کے لیے یونانی مترادف hades کو اِستعمال کیا گیا۔

پولس نے اپنے تمام مکتوبات میں اِس اِصطلاح کو صرف ایک مرتبہ ا۔ کرنتھیوں ۱۵:۵۵ میں اِستعمال کیا ہے۔

"اَے موت تیری فتح کہاں رہی؟

اَے موت (hades) تیرا ڈنک کہاں رہا۔"

پولس نے موت کے متعلق بہت کچھ تحریر کیا لیکن ہاڈِس کے بارے میں وہ بالکل خاموش ہے، ماسوائے اِس کے کہ وہ اُسے ایک مغلوب اور شکست خوردہ دُشمن کے طور پر پیش کرتا ہے۔ شاید ہمارے نقطہ نظر سے یہ بات باعثِ افسوس ہو کہ کلیسیا نے جہنم کی وضاحت میں بے شمار غلط فہمیوں کو جنم دیا اور اُسے ایک قبر کی بجائے عذابِ سوزاں کی جگہ میں بدل دیا۔

البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں یوناہ تھا اُس پاتال میں کسی قسم کا جلنا (جلنا یا آگ لگنا نہیں تھا) یہ محض موت کی وادی کی تصویر کشی کرتا ہے۔ تاہم کچھ لوگ اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ یوناہ کو لازمی موت کے تجربے سے

گزرنا چاہیے تھا تا کہ وہ حقیقت میں مسیح کا نمونہ بن سکے۔ لیکن یہ غیر ضروری ہے کہ اِس اِستعارے کو بڑی دُور تک کھینچا جائے۔ اِس طرح یوناہ کے تجربے کو دلیل بنا کر اِس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ مُردوں میں شعور ہوتا ہے نبوت کے دائرہِ کار سے تجاوز کرتا ہے۔

یسوع کی پیشین گوئی کی تکمیل کے حوالے سے ہم ایک بین السطوری ترجمے(The Emphatic Diaglott)میں اَعمال ۲:۲۹-۳۲ میں پطرس کے اَلفاظ کو پڑھتے ہیں:

''اَے بھائیو! میں قوم کے بزرگ داؤد کے حق میں تم سے دلیری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ مُوا اور دفن بھی ہوا اور اُس کی قبر آج تک ہم میں موجود ہے۔ پس نبی ہو کر اور یہ جان کر کہ خُدا نے مجھ سے قسم کھائی ہے کہ تیری نسل سے ایک شخص کو تیرے تخت پر بٹھاؤں گا۔ اُس نے پیشین گوئی کے طور پر مسیح کے جی اُٹھنے کا ذِکر کیا کہ

نہ وہ عالمِ اَرواح میں چھوڑا گیا

نہ اُس کے جسم کے سڑنے کی نوبت پہنچی۔

اِسی یسوع کو خُدا نے جلایا جس کے ہم سب گواہ ہیں۔''

اُس ترجمے میں اُس کے بین السطور متن میں ہاڈِس کے معنی ''غیر مرئیت یا دِکھائی نہ دینا'' کے ہیں۔ کانکورڈنٹ ورژن (Concordant Version) کے نوٹس میں لکھا ہے کہ یہ غیر مرئیت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ موت کے بارے میں اِصطلاح ''نا قابلِ اِدراک'' کو اِستعمال کرتے ہیں تا کہ تمام حسی تجربات کو مستثنیٰ قرار دیا جا سکے۔

چوں کہ یقیناً یہ جان ہوتی ہے جو کہ شیول یا ہاڈِس میں جاتی ہے۔ اِن اِصطلاحات کا اِطلاق نفسانی اِدراکات پر ہوتا ہے جس میں پانچوں حواسِ خمسہ شامل ہوتے ہیں۔ جان یقیناً مرتی ہے جیسا کہ ہم حزقی ایل ۱۸:۴ میں پڑھتے ہیں، ''جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی''۔ صرف بدن ہی نہیں جو مرتا ہے بلکہ جان بھی مر جاتی ہے، کیوں کہ جان نفسانی ہے اور یہ پہلے آدم کی پہچان تھی جسے پیدایش ۲:۱۷ میں موت کے بارے میں آگاہ کیا گیا، جہاں خُدا نے کہا ''تو مرا۔۔۔''

اِس کے برعکس رُوح خُدا کے پاس واپس چلی جاتی ہے کیوں کہ واعظ ۱۲: ۷ میں لکھا ہے :

''اور خاک خاک سے جا ملے جس طرح آگے ملی ہوئی تھی اور رُوح خُدا کے پاس جس نے اُسے دیا تھا واپس جائے۔''

ہم میں سے ہر کوئی رُوح ، جان اور بدن پر مشتمل ہے اور ہر با شعور اِنسان عقلِ سلیم کا مالک ہے۔ جسم میں ایک دِماغ ہوتا ہے، رُوح میں نفسانی شعور ہوتا ہے اور رُوح رُوحانی اِدراک کی حامل ہوتی ہے۔ جسم اور جان کی آگہی اور شعور ختم ہو جاتا ہے لیکن رُوح کی عقل کے ساتھ ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ خُدا کے پاس واپس چلی جاتی ہے جو کہ اِس کا اصل مقام ہے۔ موت دراصل ہماری ہستی کے ہر جزو کے اُس اصل مقام کی جانب واپسی کا نام ہے جہاں سے یہ صادِر ہوا تھا۔

جان اُس وقت وجود میں آئی جب آدم کے خاکی بدن میں زِندگی کا دم پھونکا گیا۔ جب رُوح بدن سے جُدا ہو جاتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے، کیوں کہ یعقوب ۲: ۲۶ میں لکھا ہے ''۔۔۔ بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہے۔'' جب رُوح بدن کو چھوڑ دیتی ہے تو جان حالت عدمِ اِدراک یا ہاڈیس میں لوٹ جاتی ہے۔ ہم اُس وقت تک اِس کیفیت میں رہیں گے جب تک ہم مُردوں میں سے نہیں جی اُٹھیں گے۔ جب رُوح اور بدن دوبارہ یک جا ہوں گے اور ایک نئی جان کو جنم دیں گے۔ یہ نئی جان اپنے حقیقی مقام میں رہے گی یعنی رُوح کے اِختیار کے ماتحت۔

پس یوناہ جو مثلِ مسیح تھا اُسے پاتال سے اُٹھایا گیا جیسا کہ اُس نے خود کہا۔ اُس کا مچھلی کے پیٹ اور پانی سے باہر آنا مسیح کے جی اُٹھنے اور اُس قسم کی پیشین گوئی کی تکمیل تھا جو خُدا نے داؤد سے باندھی کہ وہ اُسے پاتال یا ہاڈِس میں نہیں چھوڑے گا۔ اِس قسم کا اِطلاق داؤد کے ساتھ ساتھ مسیح اور پوری اِنسانیت پر بھی ہوتا ہے (مکاشفہ ۲۰: ۵، ۱۲)۔

تہ میں پھینک دیا

یوناہ ۲: ۳ میں لکھا ہے:

''تو نے مجھے گہرے سمندر کی تہ میں پھینک دیا اور سیلاب نے مجھے گھیر لیا۔''

''گہرے سمندر'' کی اِصطلاح اکثر حزقی ایل ۱۲۷ور ۲۸ باب میں اِستعمال ہوئی جب صور کے بادشاہ کی تباہی کا ذِکر کیا گیا ہے۔ بہ ظاہر یہ سمندر کے ''وسط یا اُس کے بیچ'' کو ظاہر کرتی ہے، جیسا کہ کنگ جیمز ورژن میں اِس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ لیکن گہرے معنوں میں یہ ظاہر کرتی ہے کہ صور کا بادشاہ ''قوموں کے سمندر'' کے وسط میں بیٹھا ہے کیوں کہ مکاشفہ ۱۷: ۱۵ میں لکھا ہے کہ وہ پانی ''اُمتیں اور گروہ اور قومیں اور اہل زبان ہیں۔'' یوں یہ بادشاہ اور اُس کے تکبر آمیز اَفعال تمام نفسیاتی قوموں کے دِل کی نمائندگی کرتے ہیں جو خُدا کو نہیں جانتیں۔

پس یوناہ کو سمندر کی گہرائی میں پھینک دیا گیا، جہاں صور کے بادشاہ کی اِستعاراتی تصویر کشی کی گئی۔ اُسے پاتال میں پھینک دیا گیا، جہاں سب گناہ گار محض اپنے شخصی گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ بہ طور اِسرائیلی قوم کے مثل نگلے جاتے، کیوں کہ بہت جلد اُنھیں نینوہ یا شہرِ ماہی نے نگل لینا تھا۔

تاہم، اچھی خبر یہ ہے کہ ایک اور جہت میں بھی یوناہ مسیح کی مثل تھا۔ جو صرف اِسرائیل ہی نہیں بلکہ پوری دُنیا کے گناہ کے کفارے کے لیے پاتال میں اُتارا گیا (۱۔ یوحنا ۲: ۲)۔

موت دراصل وقتِ شکست ہے۔ چناں چہ یوناہ ۲: ۳ میں مندرج ہے، ''تیری سب موجیں اور لہریں مجھ پر سے گذر گئیں''۔ عبرانی کے جس لفظ کا ترجمہ موجیں کیا گیا ہے وہ ''مشبار'' (mishbar) ہے جو ''شبر'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''توڑنا یا ٹکڑے کرنا'' کے ہیں۔ اِس لفظ کا اِنتخاب بہت معنی خیز ہے کیوں کہ یوناہ کی خودسری اور ذاتی خواہش کی ضد چکنا چور ہو چکی تھی۔

پرانی اِنسانیت کو مصلوب کرنے یا اُسے مارنے کی عہدِ جدید کی تعلیمات اصل میں پرانے نفسانی اِنسان کی مرضی کو ختم کر کے اُسے رُوحانی اِنسان کی مرضی کے تابع کرنا ہے جو کہ ایک نئی مخلوق ہے۔ لہٰذا جب ہم جسمانی اِعتبار سے اپنے آپ کو مارتے ہیں تو خُدا کی ''موجیں'' آ کر ہماری جسمانی مرضی کو چکنا چور کر دیتی ہیں۔

بے دخلی اور اُمید

یوناہ ۲: ۴ میں مرقوم ہے:

’’اور میں سمجھا کہ تیرے حضور سے دُور ہو گیا ہوں لیکن میں پھر تیری مقدس ہیکل کو دیکھوں گا۔‘‘

سمندر کے بیچوں بیچ اپنے گھر اور یروشلیم کی مقدس ہیکل سے دُور یوناہ تنہائی اور بے بسی کا شکار تھا۔ اُسے اپنی غلطی کا اِدراک ہو چکا تھا اور اِس ناگفتہ بہ حالت میں نا اُمیدی اُس کے چاروں طرف گہری تارِیکی کی مانند چھا چکی تھی۔ لیکن اِن تمام حالات کے باوجود یوناہ اِس بات کو جانتا تھا کہ اِسرائیل کا خُدا خُدائے ارحم ہے۔ شاید وہ یہ بھی جانتا تھا کہ خُدا نے اُسے ترک نہیں کیا۔

ہیکل کی طرف نگاہ کرنا غالباً اُس خُدا کی طرف رُجوع کرنے کے مترادف تھا جس سے وہ راہِ فرار اِختیار کیے ہوئے تھا۔ یوں سمجھیں کہ اُس گھڑی اُس نے راہِ فرار ترک کر دی اور اُس کے قدموں میں بالکل سکت نہ رہی کیوں کہ وہ اپنی ہستی کی آخری حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ محصور ہو چکا تھا اور ترسیس پہنچنے کی اُس کی ہر ایک اُمید دم توڑ چکی تھی۔ شاید اِس کا یہ بھی مطلب ہو کہ اُسے یہ مکاشفہ ہوا کہ وہ ایک بار پھر یروشلیم کی ہیکل کو دیکھے گا، اگرچہ ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔

اِنسانی نقطہ نظر سے یوناہ کی حالت سراسر نا اُمیدی کی تصویر بن چکی تھی۔ یوناہ ۲:۵ میں لکھا ہے،

’’سیلاب نے میری جان کا محاصرہ کیا۔

سمندر میری چاروں طرف تھا۔

بحری نبات میرے سر پر لپٹ گئی۔‘‘

یوناہ کے سر کے گرد ’’بحری نبات‘‘ لپٹ گئی اور یسوع کے سر پر کانٹوں کا تاج پہنایا گیا (متی ۲۷:۲۹)۔ یوناہ ۲:۶ میں مزید کہا گیا:

’’میں پہاڑوں کی تہ تک غرق ہو گیا۔

زمین کے اڑبنگے (عبرانی: [بریاخ]، کنڈا، اُفقی شہتیر، دروازے کا اڑبنگا) ہمیشہ (عبرانی: عولام) کے لیے مجھ پر بند ہو گئے۔

تو بھی اَے خُداوند میرے خُدا تو نے میری جان پاتال سے بچائی۔‘‘

یوناہ ایک طرح سے قید میں تھا کیوں کہ وہ اپنے آپ کو اِس صورت حال سے نکالنے سے قاصر تھا۔ یہ

پاتال اِتنی گہری تھی کہ وہ پہاڑوں کی تہہ کو دیکھ سکتا تھا۔ بہت سے تراجم میں یہ لکھا گیا کہ وہ وہاں پر ''ہمیشہ'' کے لیے تھا۔ تاہم عبرانی لفظ عولام (olam) کے معنی ''ہمیشہ'' نہیں ہیں۔ اِس لفظ کا ماخوذ عبرانی لفظ ''اَلَم'' (alam) ہے جس کے معنی ''چھپانا'' کے ہیں۔

عولام ایک پوشیدہ یا مُدتِ وقت ہے، یہ مُدتِ وقت غیر معین ہے نہ کہ لامتناہی۔ اِس صورت میں اَلَم کی مُدت محض تین دِن تھی۔ لیکن یوناہ اِس بات سے بے خبر تھا کہ وہ کتنے دِن یہاں رہے گا، کیوں کہ مچھلی کے پیٹ میں گزارا گیا وقت اُس سے پوشیدہ تھا۔ بے شک جب اُسے کنارے پر اُگل دیا گیا تو اُسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔

شاید یوناہ نے عبرانی لفظ اَلَم کو دُہرے معنوں کو ظاہر کرنے کے لیے اِستعمال کیا، جب وہ سمندر کی تہہ میں ایک نامعلوم مُدتِ وقت کے لیے تھا تو وہ تمام اِنسانوں کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ تاہم اُس کے دِل میں اُمید ابھی باقی تھی، اگرچہ وہ اُس لمحے تک اُس کے دِل میں پوشیدہ تھی۔

یوناہ نے خُداوند کو یاد کیا

یوناہ ۲:۷ میں لکھا ہے:

''جب میرا دل بیتاب ہوا
تو میں نے خُداوند کو یاد کیا
اور میری دُعا تیری مقدس ہیکل میں تیرے حضور پہنچی۔''

جب یوناہ کا ذہن دُھندلا رہا تھا تو اُس کی سوچیں یروشلیم میں خُدا کی ہیکل کی طرف مڑ گئیں۔ اُس نے اپنے ذہن میں اُس ہیکل کی طرف منہ کر کے دُعا کی اور خُداوند نے اُس کی دُعا کو سن لیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یوناہ ہیکل میں موجود تھا، حالاں کہ وہ سمندر کے بیچ میں اُس سے بہت دُور تھا۔ شاید یہ اُس کا ایک رُوحانی تجربہ تھا جس میں اُس کی رُوح کو یروشلیم کی ہیکل میں لے جایا گیا اور اُس کا جسم پیچھے رہ گیا۔

رحم اور تنبیہ

یوناہ ۲:۸ میں کنگ جیمز ورژن کا اِقتباس کرتے ہوئے اِس طرح بیان کیا گیا ہے:

''جولوگ جھوٹے (باطل تکبر یا بے جان بت) معبودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محروم ہوجاتے ہیں۔''

ڈاکٹر بولنگر اپنے حاشیے میں عبرانی لفظ''خسید''(یا حیسد) کے بارے میں یوں راقم طراز ہے:

''رحم: (عبرانی: حیسد) یہ ایک ہم صوت لفظ ہے جس کے دو معانی ہیں، پہلا محبت بھری شفقت و مہربانی اور دُوسرا اِصلاح یا سرزنش یعنی ایک بُرا عمل جو سزا کا سبب بنتا ہے۔''

پیدایش ۲۴:۱۲ میں اَبرہام کا نوکر کچھ یوں دُعا کرتا ہے ''میرے آقا اَبرہام پر کرم (خیسد) کر۔'' یہ شفقت اور مہربانی کے لیے دُعا تھی نہ کہ اِصلاح اور سرزنش کے لیے۔

لیکن احبار ۲۰:۱۴ میں اِستعمال ہونے والے عبرانی لفظ کا ترجمہ KJV اور NASB نے ''بدی یا بدکاری'' کیا ہے۔ جو عدالت کی تادِیب کا متقاضی تھا۔ یہی لفظ دوبارہ احبار ۲۰:۱۷ میں اِستعمال ہوا ہے جہاں نیو امریکن اسٹینڈرڈ رورژن نے اِس کا ترجمہ ''ذِلت یا رُسوائی'' کیا ہے۔

یوناہ اِس اِصطلاح کو ایک دُہرے معنی کے اِظہار کے لیے اِستعمال کرتا ہے، اوّلاً، جو لوگ باطل بتوں پر بھروسا کرتے ہیں اور خُدا کی رحمت اور اُس کی شفقت کو ترک کر دیتے ہیں جیسا کہ یوناہ پہلے کر چکا تھا۔ اُس کے باطن کے بت ہی اُس کے فرار کا سبب بنے، بجائے اِس کے کہ وہ نینوہ میں جا کر خُدا کے کلام کی منادی کرتا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ نینوہ کے لوگ خُدا کی محبت اور اُس کی شفقت کو دیکھیں (یوناہ ۴:۲)۔ وہ چاہتا تھا کہ خُدا نینوہ کی عدالت کرے۔

یوں اِس سے ہمیں پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ باطنی بت پرستی ہمیں خُدا کی رحم دِلی اور اُس کی شفقت کو سمجھنے سے روک دیتی ہے۔ جب لوگ خُدا کی فطرت کو نہیں سمجھتے تو وہ خود سے گناہ گاروں کی عدالت کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ ''یقیناً سزا کے مستحق ہیں''۔

ثانیاً، اِس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو لوگ باطنی بت پرست ہوتے ہیں وہ تنبیہ یا عدالت کے ذرِیعے خُدا کی تادِیب کو ترک کر دیتے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں وہ اُس کی اِصلاح قبول کرنے سے اِنکار کر دیتے ہیں۔ یوناہ کے معاملے میں اُس نے اُس وقت تک اِصلاح کو قبول کرنے سے اِنکار کر دیا جب تک اُس نے اِس بات

کو نہ جان لیا کہ اُسے لازماً سمندر میں پھینکنا ہوگا۔

باطنی بت پرستی کوئی بھی پوشیدہ خواہش یا محرک ہو سکتی ہے جو ہمیں سچائی کو دیکھنے یا خُدا کو اُس کی حقیقت میں سمجھنے سے باز رکھتی ہے۔ خُدا کی شریعت اور اُس کی عدالت میں موجود رحم کے عناصر (جیسا کہ یوبلی) کے بارے میں غلط اور بگڑے ہوئے تصورات دِل کی بت پرستی کی علامت ہیں۔ ایسے بتوں کو ختم کرنے کے لیے مسئلے کو بے نقاب کرنا ضروری ہوتا ہے کیوں کہ جب کوئی شخص مسئلے کو دیکھ لیتا ہے تو وہ بت پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ دِل کے بتوں کو اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے پوشیدگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک بار جب وہ عیاں ہو جائیں تو وہ اِنسانوں پر اپنا اثر ورسوخ کھو دیتے ہیں۔

یوناہ کا مکاشفہ

یوناہ ۸:۲ میں یہ سبق جو حیسد کے ہم آواز لفظ میں چھپا ہے شاید وہ یوناہ کی کتاب کا مرکزی موضوع، سبق اور مقصد ہو۔ یہ کتاب نینوہ پر خُدا کے رحم کے بارے میں بیان کرتی ہے اور اِس میں اِس بات کو عیاں کیا گیا ہے کہ خُدا کی عدالت کا مقصد تباہی و بربادی نہیں بلکہ اِصلاح اور دُرستی ہے۔ اِسی لیے یسعیاہ ۲۶:۹ میں کہا گیا ہے ''کیوں کہ جب تیری عدالت زمین پر جاری ہے تو دُنیا کے باشندے صداقت سیکھتے ہیں۔''

عدالت ایک اِنتقام لینے والے خُدا سے صادِر نہیں ہوتی اور نہ ہی ایک ایسے خُدا سے جس کا اِنصاف رحم اور محبت سے عاری ہے۔ یقیناً خُدا عادِل ہے، لیکن جہاں تک اُس کی فطرت کا تعلق ہے ''خُدا محبت ہے'' (۱۔یوحنا ۴:۸)۔ چناں چہ اُس کی عدالت اور اُس کا اِنصاف سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر ایک محبت کرنے والے خُدا کی طرف سے صادِر ہوتا ہے۔ خُدا نے اپنی شریعت کی بنیاد محبت کے اَزلی اُصول پر استوار کی، وہ محبت جو کبھی ختم اور ناکام نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ راہِ فلاح تلاش کر لیتی ہے۔

چناں چہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ نینوہ کا پورا شہر خُدا کی محبت اور اُس کے رحم کا تجربہ کرتا ہے۔ یوناہ کو خُدا کے اِس فیصلے پر اِعتراض تھا، اگرچہ وہ خُدا کے اِنصاف اور اُس کی عدالت پر ایمان رکھتا تھا، لیکن وہ خُدا کی محبت اور اُس کی رحمت کے عالم گیر اِطلاق سے متفق نہ تھا۔

یوناہ کی کہانی کے حقیقی سبق کو سمجھنے کے لیے ہمیں لازمی اِس اَمر کو جاننا چاہیے کہ خُدا کی عدالت اِصلاحی

اور تربیتی ہوتی ہے۔ اِس عدالت کا مقصد گناہ اور نفسانی فطرت کو ختم کرنا ہے تاکہ تمام اِنسان دوبارہ خُدا کی طرف لوٹ آئیں۔ اِس اِلٰہی مقصد کی کامیابی اِنسان کی مرضی پر موقوف نہیں اور نہ ہی اِس کا اِنحصار اِس اَمر پر ہے کہ اِنسان اپنی بلاہٹ کو کس حد تک پورا کرتا ہے۔ اِس کی کامیابی کا مکمل اِنحصار خُدا کی قدرت پر ہے جو اپنے عہد، وعدوں اور قسموں کو پورا کرنے پر قادِر ہے۔

وہ لوگ جو خُدا کے منصوبے کو محض اِنسانی وفاداری یا اُن کی اِطاعت کے وعدوں کی تکمیل کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ وہ عموماً یہ اِیمان رکھتے ہیں کہ خُدا ایسا کر سکتا ہے، لیکن اُس نے اِنسان کو آزاد مرضی دینے کے وسیلے اپنے اِختیار کو محدود کر دیا ہے اور اُن کی نجات کو اُن کے فیصلوں پر موقوف کر دیا ہے۔

یقیناً ایسا منصوبہ کامیابی کی کوئی سبیل نہیں رکھتا، لیکن خوش قسمتی سے اگرچہ خُدا نے واقعی اِختیار سونپا ہے، لیکن اُس نے اپنی حاکمیت کبھی کسی کے سپرد نہیں کی۔ اُس کے وعدے اِنسان کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ بلاشرکتِ غیر اُس کی اپنی مرضی پر منحصر ہیں۔

یوں کہیے یوناہ کی کتاب کا مطمعِ نظر سب چیزوں کی بحالی ہے جس کا ذِکر ہمیں اِبتدا سے ہی نظر آتا ہے، مگر اِس کی حقیقت کو اُس وقت تک پورے طور پر نہ سمجھا گیا جب تک رسولوں نے اُس پر قلم نہ اُٹھایا۔ مسیح کی آمد اور صلیب پر کیا گیا اُس کا کام ایک بہت ہی اہم قدم تھا جسے خُدا نے تاریخ میں مداخلت کرنے کے لیے خود اپنی مرضی سے تشکیل دیا۔

تاہم، یہ محض مداخلت ہی نہیں کیوں کہ اُس نے دُنیا کی تقدیر کو غیر کامل اِنسانوں کے حوالے نہیں کیا۔ وہ آئندہ بھی مداخلت کرتا رہے گا۔ ایک دُوسری آمد ہوگی جو غالب آنے والوں کی قیامت کے وسیلے پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ بعدازاں سفید تخت کے سامنے وہ تمام مُردوں کو بلائے گا اور اپنے آپ کو سب پر ظاہر کرے گا۔ پھر ہر ایک گھٹنا اُس کے آگے جھکے گا اور ہر ایک زبان اُس کے خُداوند ہونے کا اِقرار کرے گی (فلپیوں ۲: ۱۰، ۱۱)۔

بالفاظِ دیگر، وہ سب ''آتشی شریعت'' کی عدالت کے سامنے سرِتسلیم خم کرلیں گے۔ وہ اِس عدالت سے بچ نہیں پائیں گے، لیکن پھر بھی وہ اُس آخری دَور میں راست بازی کو سیکھیں گے (یسعیاہ ۲۶: ۹)۔

اِس عدالت کے دَور کے اِختتام پر تخلیق کی ایک عظیم یوبلی ہوگی جہاں گناہ کے سب قرض کو منسوخ کر دیا

جائے گا تاکہ تمام مخلوقات کو خُدا کے فرزندوں کے جلال کی آزادی میں داخل کیا جا سکے (رومیوں ۸: ۲۱)۔ پھر سب چیزیں اُس کے قدموں میں کر دی جائیں گی تاکہ سب میں خُدا ہی سب کچھ ہو (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۲۸)، اور یہ وہ وقت ہو گا جب خُدا کے باقی تمام وعدے پورے ہو جائیں گے۔

یوناہ کی قربانی

یوناہ ۲: ۹ میں لکھا ہے:

''میں حمد کرتا ہوا
تیرے حضور قربانی گذرانوں گا۔
میں اپنی نذریں ادا کروں گا۔
نجات خُداوند کی طرف سے ہے۔''

یوناہ اِس حالت میں نہ تھا کہ وہ یروشلیم کی ہیکل میں قربانی پیش کر سکتا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ خُدا شکر گزاری کی قربانیوں کو قبول کرتا ہے چاہیے وہ مچھلی کے پیٹ سے ہی کیوں نہ گذرانی جائیں۔ اُسے اِس بات کا اِدراک تھا کہ خُدا کے نزدیک محض جانوروں کی قربانیوں کی کوئی قدرو قیمت نہیں۔ اُسے یقین تھا کہ حقیقی قربانی دِل سے آتی ہے۔ لٰہذا جو وہ کر سکتا تھا اُس نے وہ کیا۔

ہوسیع ۶: ۶ میں مرقوم ہے:

'' کیوں کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم (خیسد) پسند کرتا ہوں اور خُدا شناسی کو سوختنی قربانیوں سے زیادہ چاہتا ہوں۔''

یسعیاہ ۱: ۱۱ میں اِسی بات کا اِعادہ کیا گیا ہے:

''خُداوند فرماتا ہے تمھارے ذبیحوں کی کثرت سے مجھے کیا کام؟ میں مینڈھوں کی سوختنی قربانیوں سے اور فربہ بچھڑوں کی چربی سے بیزار ہوں اور بیلوں اور بھیڑوں اور بکروں کے خون میں میری خوشنودی نہیں۔''

یوناہ اِس بات کی حقیقت کو جان گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اُسے قربانی دینے کے لیے یروشلیم جانے کی

ضرورت نہیں اور نہ ہی اُسے خُدا کی شنوائی حاصل کرنے کے لیے بیلوں، برّوں یا بکروں کے خون کی ضرورت ہے۔ اِس سے بھی بڑی بات یہ تھی کہ یوناہ نے "خُدا کی حمد" کی۔ مچھلی کے پیٹ میں، سمندر کی بے کراں گہرائیوں میں گم اُس نے خُدا کا شکر کیا اور اُس کی قربانی کو قبول کرلیا گیا۔

اِس میں کسی قسم کے تعجب کی بات نہیں کہ پولس ا۔تھسلنیکیوں ۵:۱۸ میں ہمیں ہدایت دیتا ہے، "ہر ایک بات میں شکر گذاری کرو۔" ہر ایک بات میں شکر گذاری کرنے کے لیے ایک حقیقی اِیمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکثر ہم زِندگی میں اچھی چیزوں کے لیے خُدا کا شکر کرنا نہیں بھولتے اور یقیناً ایسا ہونا بھی چاہیے، لیکن دُنیا کی بہت قیمتی چیز یہ ہے کہ ہم اپنی زِندگی میں مشکلات اور آزمایشوں میں بھی خُدا کی شکر گزاری کریں۔ ایسا اِیمان اِنسان کی فطری جبلت کے خلاف ہے۔ لیکن اصل میں یہ نئے سرے سے پیدا شدہ اِنسان کی رُوحانیت کا ایک عمل ہے۔

یوناہ کی نجات

یوناہ ۲:۹ میں لکھا ہے، "نجات خُداوند کی طرف سے ہے۔" یہاں جس عبرانی لفظ کا ترجمہ "نجات" کیا گیا ہے، وہ یشوع ہے جو کہ یسوع کا عبرانی نام ہے۔ عہدِعتیق میں جب بھی لفظ یشوع اِستعمال کیا گیا ہے یہ کسی نہ کسی صورت میں نبوتی طور پر یسوع کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔

شمعون نے اِس بات کو جان لیا کہ جب اُس نے یسوع کو اپنے بازوؤں میں اُٹھایا، اُس نے لوقا ۲:۲۹، ۳۰ میں کہا:

"اے مالک اب تو اپنے خادم کو اپنے قول کے موافق سلامتی سے رُخصت کرتا ہے۔
کیوں کہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے۔"

جب شمعون کی نگاہیں یشوع پر پڑی تو اُس کے لیے خُدا کا وعدہ پورا ہو گیا، کیوں کہ اُس کی نگاہوں نے یشوع خُدا کی نجات کو دیکھ لیا۔

بعد میں یوحنا اِصطباغی نے مسیح کے لیے راہ تیار کی اور یسعیاہ کی پیشین گوئی کو پورا کیا۔ لوقا ۳:۶ میں لکھا ہے:

''اور ہر بشر خُدا کی نجات دیکھے گا۔''

یقیناً ہر بشر خُدا کے یشوع کو دیکھے گا۔ وہ اُسے بادشاہ مانیں گے اور اُس کے خُداوند ہونے کا اِقرار کریں گے۔ اور بالآخر اُس کے سامنے گھٹنے ٹیکیں گے، کیوں کہ کلامِ مقدس میں لکھا ہوا ہے۔

یوناہ ۲: ۱۰ میں اِس باب کا اِختتام کچھ اِن اَلفاظ میں ہوتا ہے۔

''اور خُداوند نے مچھلی کو حکم دیا اور اُس نے یوناہ کو خشکی پر اُگل دیا۔''

باب ہفتم

یوناہ نینوہ کے خلاف منادی کرتا ہے

بڑی مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد خُدا کا کلام دُوسری بار یوناہ پر نازل ہو۔ یوناہ ۳: ۱، ۲ میں مرقوم ہے:

''اور خُداوند کا کلام دُوسری بار یوناہ پر نازل ہوا۔ کہ اُٹھ اُس بڑے شہر نینوہ کو جا اور وہاں اُس بات کی منادی کر جس کا میں تجھے حکم دیتا ہوں۔''

اِس سے مسیح کے دُوسرے کام کی پیشین گوئی کا آغاز ہوتا ہے جو اُس کے جی اُٹھنے اور صعود فرمانے کے بعد وقوع پذیر ہوا۔ اِس کا تعلق براہِ راست احبار ۱۴: ۴ کے دُوسرے کبوتر اور احبار ۱۶: ۷ کے دُوسرے بکرے سے ہے، پہلا ہماری فانی جانوں کو بحال کرے گا اور دُوسرا ہمارے گناہ کو مٹا ڈالے گا۔

تاہم، یہ اِس اَمر کی بھی پیشین گوئی ہے کہ خوش خبری قوموں کی تبدیلی کا سبب بنے گی، وہ قومیں جو خُدا کی دُشمن سمجھی جاتی تھیں اور جنھوں نے اِسرائیل کو اسیر کر لیا تھا۔ یہ کہانی خدا کی محبت کو بھی سمجھنے میں ہماری مدد کرتی ہے، جیسا کہ پولس نے رومیوں ۵: ۸ اور ۱۰ میں بیان کیا:

''لیکن خُدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گناہ گار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا۔۔۔ کیوں کہ جب باوجود دُشمن ہونے کے خُدا سے اُس کے بیٹے کی موت کے وسیلہ سے ہمارا میل ہو گیا تو میل ہونے کے بعد تو ہم اُس کی زِندگی کے سبب سے ضرور ہی بچیں گے۔''

یہ محبت سب چیزوں کی بحالی اور تمام اِنسانوں کی نجات کی بنیاد ہے، جسے اِس باب (رومیوں ۵: ۱۵-۲۰) میں آگے چل کر پولس رسول بیان کرتا ہے۔

یوناہ کا پیغام

یوناہ ۳: ۳، ۴ میں مرقوم ہے:

”تب یوناہ خُداوند کے کلام کے مطابق اُٹھ کر نینوہ کو گیا اور نینوہ بہت بڑا شہر تھا۔ اُس کی مسافت تین دِن کی راہ تھی۔ اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دِن کی راہ چلا۔ اُس نے منادی کی اور کہا چالیس روز کے بعد نینوہ برباد کیا جائے گا۔“

یہ نہیں کہا گیا کہ یوناہ کو اِسرائیل سے نینوہ (جدید نام موصل) جانے میں تین دِن لگے۔ درحقیقت وہاں تک پیدل پہنچنے میں اُسے کئی ہفتے لگ جاتے۔ کتابِ مقدس میں لکھا ہے کہ نینوہ شہر بہت بڑا تھا اور اُس کی مسافت تین دِن کی راہ تھی۔

۲۶ جولائی ۲۰۱۴ء میں جب داعش نے موصل شہر پر قبضہ کر لیا تو اُنھوں نے یوناہ اور دانی ایل کی قبروں کو تباہ کر دیا۔ تین سال کے بعد عراقی افواج نے ایک خون ریز جنگ کے بعد موصل کا کنٹرول دوبارہ حاصل کر لیا۔ ایک لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ یوناہ کی پیشین گوئی کے مطابق نینوہ (موصل) تباہ و برباد ہو گیا۔ لیکن ۲۰۱۷ء میں یہ شہر دوبارہ واگزار کرایا گیا اور اِس کی تعمیرِ نو کا آغاز کیا گیا اور اِس کی بازیابی اور تعمیرِ نو کو گویا ایک نئی زندگی کی علامت سمجھا جا سکتا ہے۔

بعید از اِمکان ہے کہ موصل کی تباہی اور اُس کی دوبارہ تعمیرِ نو اس بات کی ایک عصری علامت ہو کہ بہت جلد زمین پر ایک عالم گیر توبہ اور رُوحانی بیداری برپا ہونے والی ہے جب قوموں پر خُدا کے رُوح کو انڈیلا جائے گا۔

نینوہ کی توبہ

یوناہ ۳:۵ میں لکھا ہے:

”تب نینوہ کے باشندوں نے خُدا پر اِیمان (aman) لا کر روزہ کی منادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا۔“

لوگ خُدا پر اِیمان لائے اور اِس حقیقت کا اِظہار اِس بات سے ہوتا ہے کہ اُنھوں نے نبی کی منادی پر کان دھرا۔ یہاں جس عبرانی لفظ کا ترجمہ ”اِیمان“ کیا گیا ہے یہی لفظ پیدایش ۱۵:۶ میں اَبرہام کے خُدا کے

وعدے پر اِیمان لانے کو بیان کرنے کے لیے اِستعمال ہوا ہے۔

"اور وہ خُداوند پر اِیمان (aman) لایا اور اِسے اُس نے اُس کے حق میں راست بازی شمار کیا۔"

نینوہ کے لوگوں کی توبہ کے طریقہ کار کو اگلی آیات میں بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یوناہ ۳:۶-۹ میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اور یہ خبر نینوہ کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اُٹھا اور بادشاہی لباس کو اُتار ڈالا اور ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا۔ اور بادشاہ اور اُس کے ارکانِ دولت کے فرمان سے نینوہ میں یہ اِعلان کیا گیا اور اِس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی اِنسان یا حیوان گلہ یہ رمہ کچھ نہ چکھے اور نہ کھائے پیئے۔ لیکن اِنسان اور حیوان ٹاٹ سے ملبس ہوں اور خُدا کے حضور گریہ وزاری کریں بلکہ ہر ایک شخص اپنی بُری روِش اور اپنے ہاتھ کے ظُلم سے باز آئے۔"

اسُور کے بادشاہ کا اپنے دارلسلطنت نینوہ میں جاری کردہ شاہی فرمان اخیر زمانے کے اُس عظیم واقعہ کی پیشین گوئی کر رہا تھا جب ہر فردِ بشر پر اُس کے رُوح کو اُنڈیلا جائے گا اور سب قومیں مسیح کی طرف رُجوع لائیں گی۔

داعش (ISIS) نے یوناہ کے خلاف لڑنے کی کوشش کی جو کہ یسوع کی ایک نبوتی مثل تھا، مگر اُن کی شکست یقینی تھی۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ ایک خالی قبر کو مسمار کر دیں اور یوں خود ہی موت کے خاتمے کی پیشین گوئی کر دیں۔ اگلے مرحلے میں جب وہ اپنے ہاتھوں کے تشدد سے باز آئیں گے تب وہ مسیح کو اُس کے ظہورِ ثانی میں دیکھیں گے۔

توبہ کی منادی اُوپر سے نیچے تک پہنچی، یہاں تک کہ خود بادشاہ نے بھی ٹاٹ پہنا اور راکھ پر بیٹھ گیا۔ وِکلف بائبل کمنٹری اِس بارے میں اِس طرح سے بیان کرتی ہے:

"ٹاٹ کو ہمیشہ عاجزی اور فروتنی اور خُدا پر کامل بھروسے کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ یہ ایک کھردرا اور سخت اور بدنما کپڑا ہوتا تھا۔ اور یہ کپڑا ہرگز روزمرہ اِستعمال کے قابل نہ

تھا۔''

لباس کسی کی فطرت کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ہمیں باغِ عدن میں واپس لے جاتا ہے جب آدم اور حوا کو چمڑے کے کرتے پہنائے گئے (پیدایش ۳:۲۱) تا کہ اُن کی نفسانی سرشت ظاہر ہو۔ تاہم ٹاٹ پہننا اُن کا اِس بات کا اِعتراف کرنا تھا کہ اُن کی فطرت خُدا اور تمام اِنسانوں کی نگاہ میں قبیح اور ناپسندیدہ ہے اور اِس عمل سے وہ نادِم ہو کر توبہ کر رہے تھے۔

توبہ کے اِظہار کے لیے ''خاک اور راکھ'' (عبرانی: عفار اور اِیفار) میں بیٹھنا بھی ایک عام طریقہ تھا۔ یہ بات سب جانتے تھے کہ اِنسان مٹی سے بنایا گیا ہے اور سب اِنسان دوبارہ مٹی میں لوٹ جائیں گے۔ خاک کو موت سے منسوب کیا جاتا ہے، اِس لیے زبور ۲۲:۱۵ میں لکھا ہے، ''اور تُو نے مجھے موت کی خاک میں ملا دیا۔''

اَبرہام نے خود پیدایش ۱۸:۲۷ میں کہا: ''اگرچہ میں خاک اور راکھ ہوں۔'' ایوب ۴۲:۶ میں لکھا ہے، ''اور میں خاک اور راکھ میں توبہ کرتا ہوں۔'' چوں کہ عبرانی زبان میں اِن دونوں اَلفاظ (عفار اور ایفار) کی آوازیں ایک جیسی ہیں، اِس لیے اِن دونوں اِصطلاحات کو اکثر اِکٹھا اِستعمال کیا جاتا ہے۔

یقیناً نینوہ کے لوگوں کے دِلوں کا حال کوئی نہیں جانتا تھا، لیکن نبوتی نکتہ نظر سے نینوہ اور اسُور کے اَعمال بہ حیثیت مجموعی اُن دُشمنانِ خُدا کی توبہ کو ظاہر کرتے ہیں جب وہ مسیح کی آمدِ ثانی پر اُس کے پیغام کو سنیں گے۔ ایسے وقت میں جب یوں محسوس ہو کہ ساری دُنیا ہلاکت کے دہانے پر ہے تو یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ یقیناً یہ خطرہ حقیقی ہے، لیکن چوں کہ ہم جانتے ہیں کہ یوناہ کی کتاب ایک عالم گیر توبہ کی پیشین گوئی کرتی ہے، اِس لیے ہمیں یقین ہے کہ دُنیا اُس کی طرف رجوع لائے گی۔ خُدا کا رُوح ہر فردِ بشر پر نازل ہو گا اور دُنیا توبہ کی طرف مائل ہو گی اور آخر کار سب چیزیں اُس کے تابع ہو جائیں گی (زبور ۸:۶؛ عبرانیوں ۲:۸؛ ۱۔کرنتھیوں ۱۵:۲۷، ۲۸)۔

جانوروں کی توبہ

بادشاہ اور اُس کے ارکانِ دولت کے فرمان سے یہ حکم جاری کیا گیا کہ تمام حیوان، گلہ اور رمہ ٹاٹ سے

ملبس ہوں اور راکھ پر بیٹھ کر گریہ وزاری کریں۔ یہ فرمان بعید از فہم معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ ایک اور پیشین گوئی ہے کہ وحشیانہ نظام بھی سرنگوں کیے جائیں گے اور وہ اپنی بُری راہوں سے توبہ کریں گے۔

دانی ایل ساتویں باب میں بیان کردہ، شیر، رِیچھ، چیتا اور لوہے کے دانتوں والے جانور مسیح کے تابع کیے جائیں گے اور وہ اُس کی بادشاہی کا حصہ بن جائیں گے کیوں کہ اُن کو ایک نئی فطرت دی جائے گی۔ یسعیاہ ۱۱: ۶-۹ میں لکھا ہے:

''پس بھیڑیا برّہ کے ساتھ رہے گا
اور چیتا بکری کے بچے کے ساتھ بیٹھے گا
اور بچھڑا اور شیر بچہ اور پلا ہوا بیل مل جل کر رہیں گے
اور ننھا بچہ اُن کی پیش روی کرے گا۔
گائے اور رِیچھنی مِل کر چریں گی۔
اُن کے بچے اِکٹھے بیٹھیں گے
اور شیر ببر بیل کی طرح بھوسا کھائے گا۔
اور دُودھ پیتا بچہ سانپ کے بل کے پاس کھیلے گا
اور وہ لڑکا جس کا دُودھ چھڑایا گیا ہو افعی کے بل میں ہاتھ ڈالے گا۔
وہ میرے تمام کوہِ مقدس پر نہ ضرر پہنچائیں گے نہ ہلاک کریں گے
کیوں کہ جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہے
اُسی طرح زمین خُداوند کے عرفان سے معمور ہو گی۔''

دانی ایل کے ساتویں باب میں جن اَقوام کو حیوانوں کے رُوپ میں دِکھایا گیا ہے دراصل ایسا اُن کی وحشیانہ خصلت کو آشکارہ کرنے کے لیے کیا گیا۔ کوئی بھی قوم جو اپنی سلطنت کو وُسعت دینے کے لیے دُوسری قوم کو ''نگلنا'' چاہتی ہے وہ ایک وحشی قوم ہے۔ اور ایسی قوم جو خُدا کی مرضی کی بجائے اپنے مفاد کو ترجیح دیتی ہے وہ بھی وحشی اور درِندہ صفت قوم ہو گی، کیوں کہ خُدا سب قوموں پر عدل وانصاف سے حکومت کرتا ہے۔

آخر کار وہ پتھر کی بادشاہی بڑھتی جائے گی اور تمام زمین پر پھیل جائے گی (دانی ایل ۲: ۳۵)۔ وہ قوم

(پیشین گوئی میں جسے ''پہاڑ'' کہا گیا ہے) دُنیا کا نور بنے گی، اور بہت سی قومیں اُس کی روشنی کی طرف آئیں گی تا کہ خُدا کی شریعت کو سیکھیں (یسعیاہ ۲:۲-۴)۔تب وہ مسیح کی فطرت کو اپنانا سیکھیں گی اور اِنسانی فطرت کے ٹاٹ کو اُتار دیں گی جو اُن کے درمیان جنگ کا سبب بنتی تھی۔اُس دِن ''اور وہ اپنی تلواروں کو توڑ کر پھالیں اور اپنے بھالوں کو ہنسوے بنا ڈالیں گے اور قوم قوم پر تلوار نہ چلائے گی۔''

اُس وقت جنگ کے زور پر فتح قصہِ پارینہ بن جائے گی۔خُدا کی بادشاہی محبت سے دِلوں کو مسخر کرتی ہے نہ کہ جنگ کے ذرِیعے سے۔جنگ صرف عدل کو لاگو کرنے کے لیےلڑی جاتی ہے۔اِس حقیقت کی پیشین گوئی نینوہ کے بادشاہ نے نادانستہ طور پر کردی تھی۔

عذاب ٹل گیا

یوناہ ۳:۱۰میں مندرج ہے:

> ''جب خُدا نے اُن کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی اپنی بُری روِش سے باز آئے تو وہ اُس عذاب سے جو اُس نے اُن پر نازل کرنے کو کہا تھا باز آیا اور اُسے نازل نہ کیا۔''

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ دُنیا ایک ہولناک تباہی کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔حتیٰ کہ مسیحی بھی اِس بات پر یقین کرنے میں دُشواری محسوس کرتے ہیں کہ خُدا کا غضب ٹل سکتا ہے، وہ یقیناً ٹلے گا۔وہ صرف بدی کے پھیلاؤ اور اُس کی وُسعت کو دیکھتے ہیں اور اِس بات پر بھروسا نہیں رکھتے کہ خُدا اپنے رُوح کو نازل کر کے عذاب کو ٹال دے گا۔اُن کا خیال ہے کہ رُوح القدس صرف چند لوگوں کو ہی بچا سکتا ہے۔

یوناہ کی کہانی دراصل مسیح کے دُوسرے کام کی علامت ہے، جیسا کہ اُسے دوبارہ نینوہ کی طرف بھیجا گیا۔یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دُنیا مسیح کے دُوسرے کام کے وسیلے نجات حاصل کرے گی جب وہ بہ طور یوناہ آئے گا۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کلیسیا بھی یوناہ کی مانند خُدا کے دُشمنوں کو کلام کی منادی کرنے میں پس وپیش کر رہی ہے، اُن کا خیال ہے کہ وہ ہلاکت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔لیکن خُدا کا منصوبہ کچھ اور ہے، ایک ایسا منصوبہ جو اُس کی ساری مخلوق سے محبت پر مبنی ہے۔

اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہلاکت کا خطرہ کوئی واہمہ یا غیر حقیقی ہے۔یہ بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی ہے۔زمین پر بڑھتی ہوئی بدی اِلٰہی اِنصاف کا تقاضا کرتی ہے۔صرف ایک سچی توبہ ہی اِس تباہی کو روک سکتی

ہے اور وہ ضرور رُکے گی ۔ آخر کار اَقوامِ عالم توبہ کی طرف مائل ہوں گی ۔

رُوح القدس کا نزول

اصل سوال یہ ہے کہ کیا خُدا واقعی اپنا رُوح نازل کرے گا اور کیا اِس کے نتیجے میں بدکار توبہ کی طرف مائل ہوں گے یا نہیں ۔ میری دانست میں ایسا ضرور ہو گا، کیوں کہ خُدا نے وعدہ کیا ہے اور وہ اپنی مرضی کی قدرت سے اِسے پورا کرے گا۔

یوایل ۲: ۲۸ میں لکھا ہے:

''اور اِس کے بعد میں ہر فردِ بشر پر اپنی رُوح نازل کروں گا
اور تمھارے بیٹے بیٹیاں نبوت کریں گے۔
تمھارے بوڑھے خواب
اور جوان رُویا دیکھیں گے۔
بلکہ میں اُن ایّام میں
غلاموں اور لونڈیوں پر
اپنی رُوح نازل کروں گا۔''

پنتکست کے دِن ایک محدود پیمانے پر یہ بات پوری ہوئی، جیسا کہ پطرس ہمیں اَعمال ۲: ۱۶-۲۱ میں بتاتا ہے ۔ تاہم اِس کی عظیم الشان تکمیل عصرِ حاضر میں متوقع ہے کیوں کہ اگر ''آخری دِنوں'' کا آغاز پنتکست پر ہوا تو آج ہم اُن آخری دِنوں کے بہت قریب ہیں ۔ یوایل کی پیشین گوئی ابھی تک مکمل طور پر پوری نہیں ہوئی، کیوں کہ خُدا کا رُوح ابھی تک ''ہر فردِ بشر پر'' نازل ہونا باقی ہے۔

دراصل یہ اُس وقت تک نہیں ہو گا جب تک سفید تخت کی عدالت نہیں ہو گی کہ ہر فردِ بشر پر اُس کے رُوح کا نزول ہو۔ اُسی وقت ہر ایک گھٹنا اُس کے آگے جھکے گا اور ہر ایک زبان اُس کا اِقرار کرے گی (یسعیاہ ۴۵: ۲۳)۔ پولس رسول کہتا ہے کہ صرف اُسی وقت ہر ایک گھٹنا اُس کے آگے جھکے گا اور ''ہر ایک زبان اِقرار کرے گی کہ یسوع مسیح خُداوند ہے'' (فلپیوں ۲: ۱۱)۔

پولس ۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۳ میں کہتا ہے، ''نہ کوئی رُوح القدس کے بغیر کہہ سکتا ہے کہ یسوع خُداوند ہے۔''

لہٰذا جب ہر زبان اِس بات کا اِقرار کرے گی کہ یسوع خُداوند ہے تو یہ رُوح القدس کے وسیلے سے ہوگا۔ اُسی وقت یوایل نبی کی پیشین گوئی مکمل طور پر پوری ہوگی۔ جب ہر فردِ بشر پر رُوح القدس نازل کیا جائے گا۔ تب ہر ایک گھٹنا اُس کے آگے جھکے گا اور ہر ایک زبان یسوع کے خُداوند ہونے کا اِقرار کرے گی تاکہ اِس سے خُدا باپ کا جلال ظاہر ہو۔

یہی سب چیزوں کی بحالی ہے جس کے بارے میں پاک نبیوں نے دُنیا کے شروع سے ہی بتا دیا تھا (اَعمال ۲۱:۳)۔ یہ بحالی اُس عظیم ہستی کے وسیلے ہوگی جسے موسیٰ نے پہلے سے ہی دیکھ لیا، کیوں اَعمال ۲۲:۳ میں لکھا،

> چناں چہ موسیٰ نے کہا کہ خُداوند خُدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سننا۔''

عہدِ عتیق کے تحت یہ سب کے لیے حکم تھا کہ وہ اُس کی سنیں۔ لیکن عہدِ جدید کے وعدے میں یہ ایک پیشین گوئی تھی کہ ''جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سننا۔''

یہ اُس نئے عہد کے وعدے کی خوش خبری ہے جسے خُدا نے اَبرہام، اِضحاق اور یعقوب کے ساتھ قسم کھا کر باندھا تھا۔ اُس نے قسم کھائی ہے اور وہ ضرور اُسے پورا کرے گا، اگر کوئی شخص کبھی بھی رُوح القدس کو حاصل نہیں کرتا تو پھر خُدا اپنے وعدے کی تکمیل میں ناکام ہوگیا۔ عبرانیوں ۸:۲ میں لکھا، ''ہم اب تک سب چیزیں اُس کے تابع نہیں دیکھتے۔'' لیکن ہمیں کامل یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا جب خُدا کے سب وعدے پورے ہو جائیں گے۔

خُدا کا وعدہ کیا ہے؟

اَبرہام، اِضحاق اور یعقوب سے کیا گیا وعدہ یہ ہے کہ زمین کے سب قبیلے اُن کے وسیلے سے برکت پائیں گے (پیدایش ۳:۱۲)۔ پطرس نے اَعمال ۲۵:۳، ۲۶ میں اِس کی وضاحت کی کہ خُدا سب لوگوں کو توبہ کی طرف مائل کرے گا تاکہ وہ اُس کے ساتھ میل ملاپ کر سکیں۔

> ''تم نبیوں کی اولاد اور اُس عہد کے شریک ہو جو خُدا نے تمھارے باپ دادا سے باندھا جب اَبرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دُنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے۔ خُدا

نے اپنے خادِم کو اُٹھا کر پہلے تمھارے پاس بھیجا تا کہ تم میں سے ہر ایک اُس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے۔''

ایسا نہیں کہا گیا کہ خُدا سب کو موقع دے گا کہ وہ اپنی آزاد مرضی سے توبہ کریں۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ لکھا ہے کہ خُدا خود سب کو اُن کی بُری راہوں سے پھیرے گا۔ اُس نے نئے عہد کے وسیلے خود اپنے آپ سے یہ قسم کھائی ہے، جیسا کہ اُس نے اِستثنا ۲۹:۱۲-۱۵ میں اُس نے وعدہ کیا ہے۔

''تا کہ تو خُداوند اپنے خُدا کے عہد میں جسے وہ تیرے ساتھ آج باندھتا اور اُس کی قسم میں جسے وہ آج تجھ سے کھاتا ہے شامل ہو۔ اور وہ تجھ کو آج کے دِن اپنی قوم قرار دے اور وہ تیرا خُدا ہو جیسا اُس نے تجھ سے کہا۔ جیسی اُس نے تیرے باپ دادا اَبرہام اور اِضحاق اور یعقوب سے قسم کھائی۔ اور میں اِس عہد اور قسم میں فقط تم ہی کو نہیں۔ پر اُس کو بھی جو آج کے دن خُداوند ہمارے خُدا کے حضور یہاں ہمارے ساتھ کھڑا ہے اور اُس کو بھی جو آج کے دِن یہاں ہمارے ساتھ نہیں اُن میں شامل کرتا ہوں۔''

خُدا نے موسیٰ کے زمانے میں اِسرائیل سے جو قسم کھائی تھی، دراصل وہ اُس پہلے وعدے کی توثیق تھی جو اُس نے اَبرہام، اِضحاق اور یعقوب سے کیا تھا کہ زمین کے سب قبیلے اُن کے وسیلے سے برکت پائیں گے۔ لٰہذا یہ وعدہ محض اُن لوگوں سے نہیں تھا جو اُس وقت وہاں موجود تھے بلکہ یہ اُن لوگوں کے ساتھ بھی تھا جو اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔

اِس وعدے میں وہ سب لوگ شامل تھے جو اُس وقت وہاں موجود تھے اور جو وہاں موجود نہیں تھے۔ کسی کو بھی اِس وعدے سے خارج نہیں کیا گیا۔ خُدا نے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ وہ سب لوگوں کو توبہ کا موقع فراہم کرے گا۔ دراصل تارِیخ میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کو اپنی زِندگی میں توبہ کا موقع مِلا۔ یہاں تک کہ موجودہ دَور میں بھی اُن لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جنھوں نے یسوع نام سنا۔ اگر خُدا نے سب اِنسانوں کو توبہ کا موقع فراہم کرنے کی قسم کھائی ہے تو اِس کی عدم تکمیل پر اُس پر سوال اُٹھایا جا سکتا ہے۔

کئی ایک لوگ ایسے ہیں جو اپنی زِندگی میں یسوع کی جانب رُجوع نہیں لاتے۔ اُن کے لیے خُدا کا وعدہ اِس دُنیا میں پورا نہیں ہوا۔ لٰہذا یہ وعدہ سفید تخت کی عدالت کے سامنے پورا ہوگا، جب سب لوگ اُس کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور ہر ایک گھٹنا اُس کے آگے جھکے گا۔ اُس وقت ہر ایک زبان رُوح القدس کی

تحریک کی وساطت سے اِس بات کا اِقرار کرے گی کہ یسوع خُداوند ہے اور تب خُدا کا وعدہ پورا ہوگا۔

اگرچہ موجودہ دَور میں اکثر مسیحی اِس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ اِنسان کی مرضی کی مخالفت کے باوجود خُدا اپنا وعدہ پورا کر سکتا ہے۔لیکن میں خُدا کے وعدوں پر کامل یقین رکھتا ہوں ۔کیوں کہ یہی اِیمان اَبرہام کے حق میں راست بازی شمار کیا گیا (پیدایش ۱۵:۶؛ رومیوں ۴:۲۰-۲۲)۔

کیا خُدا یہ کر سکتا ہے؟

خُدا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمام اِنسانوں کو بچائے گا اور سب قوموں کو بحال کرے گا اور سب چیزوں کو یسوع کے قدموں میں کر دے گا۔کیا ہم واقعی اِس بات کو مانتے ہیں؟ یا ہم یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ محض کچھ لوگوں کو بچانے کے اہل ہے جن کو وہ آسمان پر لے جائے گا اور پھر وہ زمین کو جسے اُس نے تخلیق کیا اُسے آگ میں جھونک دے گا۔

خوش خبری دراصل خُدا کی کامیابی کی اچھی خبر ہے نہ کہ اُس کی ناکامی کی بُری خبر کہ وہ اپنے وعدے کو پورا نہ کر سکا۔یسوع کو زمین پر بھیجنا اُس کے وعدے کا محض ایک حصہ تھا۔درحقیقت یسوع نجات کے اُس وعدے کو پورا کرنے آیا جو تمام نسلِ اِنسانی کے ساتھ کیا گیا تھا (۱۔تیمتھیس ۴:۱۰)۔پس اگر یسوع سب کو نجات نہیں دیتا تو پھر وہ اپنے مقصد میں ناکام ٹھہرا۔

لیکن میں نہیں مانتا کہ اُس کا مقصد ناکام ہوگا۔یوناہ کی کہانی اِس کا ایک ثبوت ہے، اگرچہ یوناہ وہاں منادی کرنے کو تیار نہ تھا، مگر خُدا نے اُس کی آزاد مرضی پر اپنی حاکمانہ قدرت کو غالب کر دیا۔خُدا کی حکمت نے اِس کام کی تکمیل کے لیے ایک احسن تدبیر نکالی، تاکہ اِس پیشین گوئی کے وسیلے ہم برکت حاصل کریں۔

پس ہم اِس کہانی کے اَنجام کے بارے میں جانتے ہیں، اِس لیے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ چیزیں بہ ظاہر کتنی ناممکن نظر آتی ہیں۔اور نہ ہی اِس کا اِنحصار کلیسیا کی مرضی اور اِرشادِ اَعظم کے پھیلاؤ میں اُس کی سردمہری پر ہے۔اِس کا اِنحصار اِنسان کے پرانے عہد کے وعدوں کی اِطاعت پر بھی نہیں ہے، چاہے اُن کو کتنی ہی سچائی اور نیک نیتی سے سراَنجام دیا جائے۔اِس کا اِنحصار صرف اور صرف خُدا کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ اپنے کام کو پورا کرے، اور اگر اُس کی مرضی اِنسان کی مرضی سے کم زور ہوتی تو اُسے ہرگز ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیے تھا جسے وہ وفا نہ کر سکتا۔

لیکن ہمیں کامل یقین ہے کہ خُدا سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، کیوں کہ جب ایسا محسوس ہوا کہ خُدا اِسرائیل کو وعدے کی سرزمین میں لے جانے سے قاصر ہے تو موسیٰ نے اِس بات پر خُدا سے اِستفسار کیا۔ موسیٰ نے گنتی ۱۴: ۱۵، ۱۶ میں خُدا سے کہا:

''پس اگر تُو اِس قوم کو ایک اکیلے آدمی کی طرح جان سے مار ڈالے تو وہ قومیں جنھوں نے تیری شہرت سنی ہے کہیں گی۔ کہ چوں کہ خُداوند اِس قوم کو اُس مُلک میں جسے اُس نے اِن کو دینے کی قسم کھائی تھی پہنچا نہ سکا اِس لیے اُس نے اِن کو بیابان میں ہلاک کر دیا۔''

خُدا کا جواب کیا تھا؟ گنتی ۱۴: ۲۱ میں مرقوم ہے:

''لیکن مجھے اپنی حیات کی قسم اور خُداوند کے جلال کی قسم جس سے ساری زمین معمور ہو گی۔''

بالفاظ دِیگر، اگر کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ خُدا اِسرائیل کو مُلکِ موعودہ میں اِس لیے نہ لے جا سکا کیوں کہ اُس کی مخالفت کرنے والوں کی مرضی اُس سے زیادہ طاقت ور تھی، تو ایسا سوچنے والے سراسر غلطی پر ہیں۔ خُدا نہ صرف اِسرائیل سے کیا گیا وعدہ پورا کرے گا بلکہ وہ ساری زمین کو اپنے جلال سے بھر دے گا۔

اگر خُدا اِسرائیل جیسی ایک سرکش قوم کے ساتھ اپنا وعدہ پورا کر سکتا ہے تو کیا وہ سب لوگوں کو اپنے لوگ بنانے اور اُن کا خُدا بننے کے لیے اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکتا؟ کیا واقعی خُدا ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟ یا وہ سفید تخت کی عدالت پر کھڑا ہاتھ ہلا کر یہ کہہ رہا ہوگا، ''میں نے ہر ممکن کوشش کی۔ میں نے اُن کو بار ہا مواقع فراہم کیے، مگر اُنھوں نے میری نہ سُنی۔ میں اُن کے دِلوں کو نہ بدل سکا۔ اُن کی آزاد مرضی میرے اِرادے سے کہیں طاقت ور تھی۔ میں شائستگی سے کام کرتا رہا، لیکن اِبلیس نے اِس کے برعکس عمل کیا اور اُن کو گناہ کی طرف مائل کر لیا اور میں اُسے روک نہ سکا۔''

بالکل نہیں، خُدا ہرگز کمزور نہیں ہے، اگرچہ اُس نے اِنسان کو اِختیار بخشا ہے لیکن اُس نے کبھی بھی اپنی حاکمیت کو نہ چھوڑا۔ اِنسان کا اِختیار کبھی بھی خُدا کی قدرت اور اُس کی حاکمیت کے برابر نہیں ہے۔ اِسی وجہ سے خُدا نے کبھی بھی وعدے کرنے سے گریز نہیں کیا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ ہر ایک مخالفت کے باوجود وہ اپنے تمام وعدوں کو نبھانے کی قدرت رکھتا ہے۔

اِسی وجہ سے خُدا نے اِبتدا سے ہی اپنے نبیوں کی معرفت کلام کیا اور ہمیں بتایا کہ تارِیخ کا اَنجام کیا ہو گا۔ مجھے ایک مقامی خادِم کی تحریر یاد آ گئی جس میں اُس نے لکھا کہ خُدا ہر چیز کا علم نہیں رکھتا، کیوں کہ بعض اُمور اِنسان کے ایسے فیصلوں پر مبنی ہیں جو ابھی تک وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے۔ لیکن اِس بات کو ذہن میں رکھیں کہ خُدا اِتنا محدود نہیں ہے اور نہ ہی اُس کے منصوبے اِتنے ناقص ہیں کہ جس سے تارِیخ بے لگام ہو جائے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً دُنیا ایک ہولناک جگہ ہوتی۔

باب ہشتم

یوناہ کی ناراضی

یوناہ کی منادی سے نینوہ کے لوگوں نے توبہ کر لی۔ شہر پر آنے والا عذاب ٹل گیا اور نبی خُدا اسے ناراض ہو گیا کیوں کہ اُس نے اپنے دُشمنوں کو بچالیا۔ اُس کے غرور نے اُسے غیض وغضب سے بھر دیا، کیوں کہ اُس کا خیال تھا کہ اگر نینوہ تباہ نہیں ہوتا تو لوگ اُس کا مذاق اُڑائیں گے۔ کیوں کہ اُس نے علانیہ پیشین گوئی کی تھی کہ نینوہ چالیس دِن کے بعد برباد ہو جائے گا اور ایک قوم پرست اسرائیلی ہوتے ہوئے اُسے اِس سے خوشی بھی ہوتی تھی، لیکن اب اُسے یہ پیشین گوئی پوری ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ بے شک یہ بات یوناہ کے لیے باعثِ شرمندگی بنی، کیوں کہ وہ لوگ جو خُدا کی راہوں اور اُس کی حکمت سے ناواقف تھے اُن کی نظر میں یوناہ جھوٹا نبی دِکھائی دینے لگا۔

مشروط پیشین گوئیاں

عموماً اکثر نبوتیں غیر مشروط ہوتی ہیں، چاہے کلامِ مقدس میں صراحتاً ''اگر'' کا لفظ نہ بھی ہو۔ عدالت اور سزا کی پیشین گوئیاں ٹل سکتی ہیں اگر لوگ توبہ کر لیں، لیکن اگر حالات حد درجہ بگڑ جائیں تو پھر سزا سے بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر جب یربعام بادشاہ نے سلیمان کی موت سے کچھ دیر بعد سونے کے بچھڑے بنائے (۱۔سلاطین ۱۲: ۲۸۔۳۰) تو ہم ۱۔سلاطین ۱۳: ۳۴ میں پڑھتے ہیں:

''اور یہ فعل یربعام کے گھرانے کے لیے اُسے کاٹ ڈالنے اور اُسے رُویِ زمین پر سے نیست ونابود کرنے کے لیے گناہ ٹھہرا۔''

دوبارہ ہم ۱۔سلاطین ۱۴: ۱۵ میں پڑھتے ہیں:

''کیوں کہ خُداوند اِسرائیل کو ایسا مارے گا جیسے سرکنڈا پانی میں ہلایا جاتا ہے اور وہ اِسرائیل کو اِس اچھے مُلک سے جو اُس نے اُن کے باپ دادا کو دیا تھا اُکھاڑ پھینکے گا اور

اُن کو دریایِ فرات کے پار پراگندہ کرے گا کیوں کہ اُنھوں نے اپنے لیے یسیرتیں
بنائیں اور خُداوند کو غصہ دِلایا۔''

لیکن دوسو سال بعد بھی یسعیاہ نبی یہ سمجھتا تھا کہ اگر اِسرائیل توبہ کرلے تو وہ تباہی سے بچ سکتے ہیں۔
یسعیاہ ۱:۱۸-۲۰ میں یوں لکھا ہے:

''اب خداوند فرماتا ہے آؤ ہم باہم حجت کریں۔ اگرچہ تمھارے گناہ قرمزی ہوں وہ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے اور ہرچند وہ ارغونی ہوں تو بھی اُون کی مانند اُجلے ہوں گے۔ اگر تم راضی اور فرماں بردار ہو تو زمین کے اچھے اچھے پھل کھاؤ گے۔ پر اگر تم اِنکار کرو اور باغی ہو تو تلوار کا لقمہ ہو جاؤ گے کیوں کہ خُداوند نے اپنے منہ سے یہ فرمایا ہے۔''

اِسرائیل کے پاس ابھی بھی موقع تھا کہ وہ توبہ کریں اور عذابِ اِلٰہی سے بچ جائیں، جس کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی تھی۔ لیکن اِسرائیل نے خُدا کی شریعت کو ماننے سے اِنکار کر دیا، جس کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصے کے بعد قوم نینوہ کے اسوری لوگوں کے ہاتھوں تباہ و برباد کر دی گئی۔

ایک صدی بعد جب یروشلیم اور یہوداہ پر اِلٰہی عدالت کا وقت آن پہنچا تو نبی نے یرمیاہ ۷:۳، ۵ اور ۷ میں کہا:

''ربُ الافواج اِسرائیل کا خُدا یوں فرماتا ہے کہ اپنی روِشیں اور اپنے اَعمال دُرُست کرو تو میں تم کو اِس مکان میں بساؤں گا۔۔۔ کیوں کہ اگر تم اپنی روِشیں اور اپنے اَعمال سراسر دُرُست کرو۔ اگر ہر آدمی اور اُس کے ہمسایہ میں پورا اِنصاف کرو۔۔۔ تو میں تم کو اِس مکان میں اور اِس مُلک میں بساؤں گا جو میں نے تمھارے باپ دادا کو قدیم سے ہمیشہ کے لیے دیا۔''

ابھی تک توبہ کا موقع موجود تھا اور اُس عذاب کو ٹالا جا سکتا تھا۔ لیکن کچھ ہی دیر کے بعد خُداوند نے نبی سے کہا کہ وہ یروشلیم اور یہوداہ کے لوگوں کے لیے مزید دُعا نہ کرے، کیوں کہ اب ایسی دُعا سُنی نہ جائے گی۔ اِلٰہی عدالت میں فیصلہ ہو چکا تھا۔ یرمیاہ ۷:۱۴-۱۶ میں لکھا ہے:

''اِس لیے میں اِس گھر سے جو میرے نام سے کہلاتا ہے جس پر تمھارا اِعتماد ہے اور اِس مکان سے جسے میں نے تم کو اور تمھارے باپ دادا کو دیا وہی کروں گا جو میں نے سیلا سے کیا ہے۔ اور میں تم کو اپنے حضور سے نکال دُوں گا جس طرح تمھاری ساری برادری اِفرائیم کی کل نسل کو نکال دیا ہے۔ پس تُو اِن لوگوں کے لیے دُعا نہ کر اور اِس کے واسطے آواز بلند نہ کر اور مجھ سے منت اور شفاعت نہ کر کیوں کہ میں تیری نہ سنوں گا۔''

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اِلٰہی عدالت میں فیصلہ صادِر ہوا تو قوم اُس نہج تک پہنچ چکی تھی جہاں سے واپسی ناممکن تھی۔ تاہم اِس کے باوجود کلی عدالتی فیصلے کے سیاق میں اب بھی ادنیٰ باتوں کے لیے دُعا کرنا ممکن تھا۔ یرمیاہ شہر اور ہیکل کے بربادی سے محفوظ رہنے کے لیے دُعا نہ کر سکا، لیکن وہ یہ دُعا کر سکتا تھا کہ محاصرے میں کم سے کم لوگ ہلاک ہوں۔ علاوہ ازیں ہمیں یرمیاہ ۲۷: ۱۲، ۱۳ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر لوگ اِس اِلٰہی فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیتے تو اُن پر لوہے کی جگہ لکڑی کا جوا رکھا جاتا:

''اور اِن سب باتوں کے مطابق میں نے شاہِ یہوداہ صدقیاہ سے کلام کیا اور کہا کہ اپنی گردن شاہِ بابل کے جوئے تلے رکھ کر اُس کی اور اُس کی قوم کی خدمت کرو اور زِندہ رہو۔ تُو اور تیرے لوگ تلوار اور کال اور وبا سے کیوں مرو گے جیسا کہ خُداوند نے اُس قوم کی بابت فرمایا ہے جو شاہِ بابل کی خدمت نہ کرے گی؟''

اگلے باب میں یرمیاہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی گردن میں لکڑی کا جوا ڈال کر شہر میں پھرے تاکہ قوم کو اپنا پیغام پہنچا سکے۔ مگر حننیاہ نبی نے اُس جوئے کو لے کر توڑ دیا اور نبوت کی کہ بابل کی اسیری دو برس میں ختم ہو جائے گی۔ چناں چہ یرمیاہ ۲۸: ۱۳ میں ایک اور فیصلہ صادِر ہوتا ہے۔

''کہ جا اور حننیاہ سے کہہ کہ خُداوند یوں فرماتا ہے کہ تو نے لکڑی کے جوؤں کو توڑا پر اُن کے عوض میں لوہے کے جوئے بنا دیئے۔''

اِن سب حالات میں ہم خُدا کی رحمت کو دیکھتے ہیں، اگرچہ خُدا کی عدالت کا حکم صادِر ہو بھی چکا تھا تو بھی اِس کے اَثرات میں تخفیف ممکن ہے۔ ہمیں صرف یہ جان لینا چاہیے کہ خُدا کے کن فیصلوں کا پہلے سے حکم صادِر ہو چکا ہے، تاکہ ہم عادِلانہ فیصلوں کو بدلنے کی کوشش نہ کریں جیسا کہ بہت سے لوگ نادانی میں کرتے

ہیں۔

بُرے کاموں پر سزا کا حکم

جب بارہ جاسوسوں نے مُلکِ کنعان کی بابت خبر دی تو اُن میں سے دس نے بُری خبر دی۔ لوگوں نے بُری خبر کا یقین کیا، لہٰذا خُدا نے گنتی ۱۴: ۳۴، ۳۵ میں اپنا فیصلہ صادِر فرمایا۔ اِسرائیل کو چالیس سال تک بیابان میں آوارہ پھرنے کی سزا سنائی گئی۔ تب کچھ لوگ پشیمان ہوئے اور اُنھوں نے توبہ کی۔ گنتی ۱۴: ۴۰، ۴۱ میں کچھ یوں مرقوم ہے:

> ''اور وہ دُوسرے دِن صبح سویرے اُٹھ کر یہ کہتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگے کہ ہم حاضر ہیں اور جس جگہ کا وعدہ خُداوند نے کیا ہے وہاں جائیں گے کیوں کہ ہم سے خطا ہوئی ہے۔ موسیٰ نے کہا تم کیوں اب خُداوند کی حکم عدولی کرتے ہو؟ اِس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔''

سزا کا فیصلہ پہلے ہی سنایا جا چکا تھا۔ اُن کے پاس صرف یہی واحد راستہ تھا کہ وہ اِلٰہی فیصلے کے سامنے سر خم کرتے ہوئے توبہ کرتے، لیکن اِس موقع پر اُنھوں نے توبہ کو ایک حیلہ بنایا تا کہ حکمِ اِلٰہی کو منسوخ کروا سکیں۔ یہ طریقہ کارگر ثابت نہ ہوا کیوں کہ عمالیقوں نے اُن کو قتل کیا اور حُرمہ تک اُن کو مارتے چلے آئے (گنتی ۱۴: ۴۵)۔

بادشاہ کے مطالبے کی وجہ سے اِلٰہی عدالت

جب اِسرائیل نے بادشاہ کا مطالبہ کیا تو خُدا نے ساؤل کو اُن کا بادشاہ بنا دیا۔ اکثر خُدا ہماری خواہشات پوری کر دیتا ہے تا کہ وہ ہمیں دِکھا سکے کہ یہ ہمارے لیے بہتر نہیں ہیں۔ خُدا نے اُن کی درخواست پوری کر کے اُن کی عدالت کی۔ ایک بار جب اُن کی عدالت کا فیصلہ ہو گیا تو لوگ اگلے چالیس سال تک اُسی کے زیرِ تسلط رہنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ وقت اُتنے ہی سالوں پر محیط ہے جتنے سال بنی اِسرائیل بیابان میں آوارہ گھومتے رہے۔ جب ساؤل تخت نشین ہو گیا تو لوگوں نے اُس کے خلاف بغاوت کا حق کھو دیا۔ اُن پر لازم تھا کہ وہ

ساؤل کے تابع رہیں چاہے وہ بے دِینی سے ہی اُن پر حکومت کرتا ہے۔

یوناہ خُدا سے ناراض اور ناخوش ہوتا ہے

یوناہ ۴: ۱، ۲ میں لکھا ہے:

> ''لیکن یوناہ اِس سے نہایت ناخوش اور ناراض ہوا۔ اور اُس نے خُداوند سے یوں دُعا کی کہ اَے خُداوند جب میں اپنے وطن ہی میں تھا اور ترسیس کو بھاگنے والا تھا تو کیا میں نے یہی نہ کہا تھا؟ میں جانتا تھا کہ تو رحیم و کریم خُدا ہے جو قہر کرنے میں دِھیما اور شفقت میں غنی ہے اور عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے۔''

یہ پہلا موقع ہے کہ ہمیں یوناہ کے خُدا کے حضور سے بھاگنے کے حقیقی مقصد کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ ہم نے اِس بات کو جان لیا کہ یوناہ ترسیس جانے کے لیے جہاز میں سوار ہو گیا نہ کہ نینوہ کے بادشاہ کے خوف کی وجہ سے، کیوں کہ اُسے اندیشہ تھا کہ اگر نینوہ کے لوگوں نے توبہ کر لی تو خُدا اپنی سزا کو منسوخ کر دے گا۔ یوناہ عام لوگوں کی نسبت خُدا کے بارے میں کہیں بہتر طور پر جانتا تھا۔ اُس وقت جب لوگ خُدا کو ایک سخت گیر ہستی سمجھتے تھے، نبی اُسے ''رحیم و کریم'' سمجھتا تھا۔

کاش آج کے لوگ بھی خُدا کے رحم اور فضل کا ویسا ہی اِدراک حاصل کریں! لیکن یہی اصل مسئلہ ہے، عموماً لوگ چاہتے ہیں کہ خُدا اُن کے ساتھ رحیم و کریم ہو مگر اُن کے دُشمنوں کے لیے سخت اور غضب ناک ہو۔ لوگوں کو یہ دُہرا معیار اچھا لگتا ہے، کیوں کہ ہم دُوسروں کو اُن کے اَعمال اور خود کو اپنی نیتوں کی بنیاد سے جانچتے ہیں۔

لوگ ایک سخت گیر اور غصیلے خُدا کے خواہاں ہیں جو سختی سے اُن کے دُشمنوں کی عدالت کرے۔ لیکن وہ اِس بات سے ناآشنا ہیں کہ اگر واقعی خُدا کی فطرت ایسی ہوتی تو وہ خود بھی اُس کے قہر کا شکار ہوتے، بلکہ خُدا اپنے فیصلوں اور اپنے فضل میں غیر جانبدار ہے۔ کیوں کہ ''خُدا محبت ہے'' (۱۔ یوحنا ۴: ۸)، اِس لیے وہ سب سے یکساں محبت کرتا ہے۔ اِسی وجہ سے وہ ہمیں تاکید کرتا ہے کہ ہم اپنے پڑوسیوں سے اپنی مانند محبت رکھیں (احبار ۱۹: ۱۸)، اور پردیسیوں سے بھی ویسی ہی محبت روا رکھیں (احبار ۱۹: ۳۴)۔

یوناہ کا مسئلہ یہ نہیں تھا کہ وہ خُدا کی محبت کا اِدراک نہیں رکھتا تھا، بلکہ اُس کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ نینوہ کے لیے ویسی محبت نہیں رکھتا تھا جیسی محبت خُدا رکھتا تھا۔ یوناہ کی محبت جانب دارانہ تھی، جب کہ خُدا کی محبت غیر جانب دارنہ تھی، دراصل یوناہ خُدا کے فضل کی وجہ سے اِتنا ناخوش ہوا کہ وہ مرنے کی آرزو کرنے لگا۔ یوناہ ۴:۳ میں لکھا ہے،

> ’’اب اَے خُداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان لے لے کیوں کہ میرے اِس جینے سے مرجانا بہتر ہے۔‘‘

اَبرہامی بلاہٹ

اَبرہام کو زمین کے تمام قبیلوں کے لیے برکت کی بلاہٹ دی گئی (پیدایش ۱۲:۳)۔ آج کے زمانے کے لوگ اِس آیت کے پہلے حصے کا اِقتباس تو بڑی خوشی سے کرتے ہیں، مگر وہ اِس آیت کے آخری حصے کو نظرانداز کردیتے ہیں۔

> ’’جو تجھے مبارک کہیں اُن کو میں برکت دُوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اُس پر میں لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔‘‘

پطرس جو کہ ایک یہودی قوم پرست تھا اُس نے اَعمال ۳:۲۵، ۲۶ میں اِس آیت کے دُوسرے حصے کا ذِکر کیا اور اُس نے پنتکست کے موقع پر کہا:

> ’’تم نبیوں کی اولاد اور اُس عہد کے شریک ہو جو خُدا نے تمھارے باپ دادا سے باندھا جب اَبرہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دُنیا کے سب گھرانے برکت پائیں گے خُدا نے اپنے خادِم کو اُٹھا کر پہلے تمھارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اُس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے۔‘‘

اَبرہام کی بلاہٹ جسے یسوع نے پورا کیا وہ یہ تھی کہ زمین کے سب قبیلوں کو برکت دی جائے۔ اُس نے سب سے پہلے یہوداہ کو برکت دی، مگر یہ برکت محض اُسی تک محدود نہ تھی۔ پطرس نے اِس برکت کے مفہوم کو واضح کیا۔ برکت دینے کا مطلب اِنسانوں کو اُن کی بُری راہوں سے پھیرنا ہے۔ اِسی لیے خُدا نے نینوہ کو

برکت دی۔

اگر یوناہ کو اَبرہام کی بلاہٹ کی سمجھ ہوتی تو وہ نینوہ کے لوگوں کے لیے برکت کا وسیلہ بننے پر شادمان ہوتا۔ مجھے اکثر یہ خیال آتا ہے کہ اگر یوناہ اَبرہام کی بلاہٹ کو پورا کرنے کی آرزُو رکھتا تو حالات کس قدر مختلف ہوتے۔

اگر وہ نینوہ میں ٹھہر جاتا تو ممکن ہے کہ وہ محض توبہ سے بڑھ کر اُن کے لیے بہت کچھ کر سکتا تھا۔ وہ اُنھیں خُدا کی راہوں کے بارے میں تعلیم دے سکتا تھا۔ وہ اُن کی تربیت کر سکتا تھا۔ وہ بادشاہ کے مشیر اور رُوحانی راہ نما کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دے سکتا تھا۔ وہ اسُوریوں کو اِسرائیل کے دوست بنا سکتا تھا۔

چھپر کی خوشی جاتی رہی

یہ کہانی محض ایک تنگ نظر قوم پرستی اور خُدا کی تمام اَقوام سے محبت کی کہانی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ عالم گیر بحالی کی ایک پیشین گوئی اور خُدا کے دُشمنوں کا اُس پر اِیمان لانا ہے۔ یہ اُن اِیمان داروں کی بھی کہانی ہے جو خُدا کے تمام نسلِ اِنسانی کو بچانے کے منصوبے سے اِختلاف کرتے ہیں۔ چناں چہ یوناہ ۴:۴ یوں بیان کیا گیا ہے:

''تب خُداوند نے فرمایا کیا تو ایسا ناراض ہے؟۔''

دُوسرے لفظوں میں خُدا یوناہ سے پوچھتا ہے کہ ''کیا تمھارا غصہ واجبی ہے؟'' خُدا اصل میں یوناہ کی محبت اور اُس کی حکمت پر سوال اُٹھا رہا تھا۔ بالفاظ دِیگر، اگر یوناہ خُدا کے فیصلے سے اِختلاف کرتا ہے تو کون دُرُست اور کون غلط تھا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوناہ نے خُدا کے سوال کا جواب نہ دیا۔ یوناہ ۴:۵ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

''اور یوناہ شہر سے باہر مشرق کی طرف جا بیٹھا اور وہاں اپنے لیے ایک چھپر (عبرانی: سکاہ/sukkah) بنا کر اُس کے سایہ میں بیٹھ رہا کہ دیکھے شہر کا کیا حال ہوتا ہے۔''

نبوتی اِعتبار سے نبی نے سکوت (sukkoth) عیدِ خیام یا خیموں کی عید منائی۔ پھر خُدا نے اُس کی مدد کی اور ایک کدو کی بیل اُگائی تاکہ وہ سورج کی تپش سے بچ سکے۔ یوناہ ۴:۶ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

''تب خُداوند خُدا نے کدو (عبرانی: کیکایون) کی بیل اُگائی اور اُسے یوناہ کے اُوپر پھیلایا کہ اُس کے سر پر سایہ ہو اور وہ تکلیف سے بچے اور یوناہ اُس بیل کے سبب سے نہایت خوش ہوا۔''

یہ کوئی عام پودا نہیں تھا۔ عبرانی میں اِس پودے کے لیے لفظ کیکایون (kekayon) اِستعمال ہوا ہے جس سے کیسٹر آئل بنایا جاتا تھا۔ یہ عبرانی لفظ ''کایا'' (kaya) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''قے کرنا'' کے ہیں۔ بچپن میں جب ہم فلپائن میں تھے تو پیٹ کے کیڑے مارنے کے لیے اکثر مجھے کیسٹر آئل دیا جاتا تھا۔ میرا نہیں خیال کہ میں نے قے کیے بغیر کبھی اُسے پیا یا ہو، اِس لیے میں اُس کے بارے میں بہ خوبی جانتا ہوں۔

لیکن خُدا نے کیوں یوناہ کے چھپر پر سایہ کرنے کے لیے اِس قسم کا پودا اُگایا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ خُدا کی ایک دوا تھی تا کہ یوناہ کے پیٹ (باطن، دِل) میں موجود رُوحانی کیڑوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ یوناہ کا باطن مکمل طور پر دُرُست نہیں تھا، حالاں کہ وہ نبی تھا اور خُدا اُس سے کلام کرتا تھا۔ خُدا کے فضل اور اُس کی رحمت کی وجہ سے اُس سے ناراض ہونا ایک صحت منداور دُرُست حالت نہیں ہے۔

اِس مسئلے کو یوناہ ۴: ۷ میں مزید واضح کیا گیا ہے۔

''لیکن دُوسرے دِن صبح کے وقت خُدا نے ایک کیڑا (عبرانی: تولاہ/Towla) بھیجا جس نے اُس بیل کو کاٹ ڈالا اور وہ سوکھ گئی۔''

خُدا نے کیوں یوناہ کے اُوپر ایک سایہ دینے والا پودا اُگایا اور پھر ایک کیڑے کو مقرر کیا کہ وہ اُس کو کاٹ ڈالے۔ کیا یہ یوناہ کی غیر صحت مندانہ رُوحانی حالت اور اِس مسئلے کا حل پیش کرنے کے لیے نہیں تھا۔

گیزینئیس (Gesenius) کی عبرانی فلسطینی لغت کے مطابق تولاہ (towla) کیڑے کو کہتے ہیں، جو خاص طور پر سڑاند سے جنم لیتا ہے۔ اِس کا ماخوذ ''یالا'' (yala) ہے جس کے معنی ''بغیر سوچے سمجھے کہنا۔'' یقیناً یوناہ کو خُدا کے سوال کا جواب دینے میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے تنبیہ کی جا رہی تھی۔ اِس موقع پر یوناہ نے کچھ نہ کہا، لیکن خُدا اُس کے دِل کی سڑن کو سن چکا تھا۔ کیڑا کسی حقیر یا کم زور اِنسان کے اِستعارے کے طور پر بھی اِستعمال ہوتا ہے۔

اِسی لغت سے ہمیں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ تولاہ کے معنی ''سرخ یا قرمزی'' کے ہیں۔ یسعیاہ ۱: ۱۸ میں اِس کا

ترجمہ ''قرمزی'' کیا گیا ہے، ''اگرچہ تمھارے گناہ قرمزی ہوں وہ برف کی مانند سفید ہو جائیں گے۔''

لہٰذا یہ کوئی عام کیڑا نہیں تھا۔ عبرانی متن میں اِسے تولاہ کہا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا کیڑا تھا جس سے قدیم زمانے میں قرمزی رنگ نکالا جاتا تھا۔ ڈاکٹر ہنری اپنی کتاب Biblical Basis For Modren Science کے صفحہ ۷۳ پر کچھ یوں راقم طراز ہے:

''جب قرمزی کیڑے کی مادہ بچے دینے کے لیے تیار ہوتی تو وہ اپنے جسم کو درخت کے تنے کے ساتھ اِس قدر مضبوطی سے پیوست کر لیتی کہ پھر کبھی بھی وہ اُس درخت سے جدا نہ ہو سکتی تھی۔ اُس کے انڈے اُس وقت تک اُس کے جسم کے اندر محفوظ رہتے جب تک کہ وہ لاروا کی صورت میں نکل کر اپنے دَورِ حیات میں داخل ہونے کے قابل نہ ہو جاتے۔ اور جب وہ مادہ مر جاتی تو اُس کے جسم سے نکلنے والا سرخ مادہ اُس کے جسم اور درخت کی لکڑی کو سرخ کر دیتا۔ اِس طرح کے مادہ کیڑے کے جسم سے قدیم وقتوں میں قرمزی رنگ نکالا جاتا تھا جو تجارتی مقاصد کے لیے اِستعمال ہوتا تھا۔

اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یوناہ کی کہانی میں وہ کیڑا جب اپنے بچوں کو جنم دے رہا تھا تو اُس نے اُس کے چھپر کو قرمزی رنگ سے سرخ کر دیا۔ کیا یہ من وعن مسیح کی تصویر نہیں جس نے بہت سے فرزندوں کو جلال بخشنے کے لیے اپنی جان قربان کر دی؟ زبور ۲۲:۶ میں مسیح کی صلیبی موت کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ وہاں لکھا ہوا ہے 'پر میں تو کیڑا (عبرانی: تولاہ/Towla) ہوں۔ اِنسان نہیں۔ آدمیوں میں انگشت نما ہوں اور لوگوں میں حقیر۔' جب یسوع نے صلیب پر جان دی تو اُس کے خون نے صلیب کو سرخ کر دیا، جیسے یوناہ کے زمانے میں قرمزی کیڑے نے پودے کے تنے کو سرخ کر دیا۔''

پس خُدا نے ایک شجرِ قے اُگایا تا کہ یہ ظاہر ہو کہ کس طرح سے یوناہ اپنی ہی قے میں خوش اور آرام پا رہا تھا۔ پھر اُس نے قرمزی کیڑے کو بھیجا تا کہ ظاہر ہو کہ مسیح اُس کی رُوحانی بیماری کی شفا کے لیے صلیب پر جان دینے کے لیے بھیجا گیا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یوناہ کا چھپر اِس عمل میں تباہ ہو گیا، کیوں کہ خُدا سے متفق نہ ہونے کی وجہ سے وہ عیدِ خیام منانے کے اہل نہیں تھا۔ نبی کو ابھی تک عیدِ فسح کے سبق کی ضرورت تھی، کیوں کہ

وہ ابھی تک غالب آنے والا نہیں بنا تھا۔

اِس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو خُدا کے دُشمنوں کو بچانے کے منصوبے سے متفق نہیں وہ ابھی تک عیدِ خیام کو منانے کے اہل نہیں ہیں۔

یوناہ ۴:۸ میں یوں مرقوم ہے:

''اور جب آفتاب بلند ہوا تو خُدا نے مشرق سے لُو چلائی اور آفتاب کی گرمی نے یوناہ کے سر میں اَثر کیا اور وہ بے تاب ہو گیا اور موت کا آرزُومند ہو کر کہنے لگا کہ میرے اِس جینے سے مر جانا بہتر ہے۔''

مشرق سے چلنے والی لُو مشرق سے آنے والی عدالت کی علامت ہے، شاید یہ نینوہ کو ظاہر کر رہی ہو جو مشرق میں تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ یوناہ اِسرائیل کی مثل تھا جسے اُس کے غلط رویے اور خُدا کے دُشمنوں سے میل ملاپ کے منصوبے کو نہ ماننے کی وجہ سے سزا ملی۔

پھر بھی مشرقی لُو اور آفتاب کی گرمی جو اُس کے سر پر پڑی اُسے توبہ کی طرف مائل نہ کر سکی۔ پھر خُدا نے یوناہ ۴:۹ میں اُس سے پوچھا تو اِس بیل کے سبب سے ایسا ناراض کیوں ہے؟

''اور خُدا نے یوناہ سے فرمایا کیا تو اِس بیل کے سبب سے ایسا ناراض ہے؟ اُس نے کہا میں یہاں تک ناراض ہوں کہ مرنا چاہتا ہوں۔''

کلامِ مقدس میں یہ یوناہ کے آخری اَلفاظ ہیں۔ اِن کا اِختتام کسی بھی نتیجے کے بغیر ہو جاتا ہے، اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِسرائیل جن کی نمائندگی یوناہ کر رہا تھا وہ خُدا سے ناخوش اور ناراض ہی رہے۔ یہ اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ ''مشرقی لُو'' کے ذرِیعے اِسرائیل کی عدالت کی جائے گی جو کہ نینوہ ہے۔ اُس نے یہاں تک پیشین گوئی کی کہ وہ ''یہاں تک ناراض ہے کہ مرنا چاہتا ہے۔'' چناں چہ بہ طور قوم اِسرائیل ہلاک ہونے والا تھا اور اُس کے لوگ قوموں میں پراگندہ ہونے والے تھے۔

خُدا کا حتمی فیصلہ

یوناہ ۴:۱۰، ۱۱ کے ساتھ یہ کتاب اِختتام پذیر ہوتی ہے:

''تب خداوند نے فرمایا کہ تجھے اِس بیل کا اِتنا خیال ہے کہ جس کے لیے تو نے نہ کچھ

محنت کی اور نہ اُسے اُگایا۔ جو ایک ہی رات میں اُگی اور ایک ہی رات میں سوکھ گئی۔ اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اِتنے بڑے شہر نینوہ کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ ایسے ہیں جو اپنے دہنے اور بائیں میں اِمتیاز نہیں کر سکتے اور بے شمار مویشی ہیں؟''

چھٹی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ ''یوناہ اُس بیل کے سبب سے نہایت خوش ہوا''، لیکن وہ خُدا کے رحم اور اُس کے فضل سے خوش نہ ہوا۔ ہم اِسے دو طرح سے دیکھ سکتے ہیں۔ اوّلاً، وہ اُس بیل سے نہایت خوش ہوا جس نے اُس کا چھپر بنایا۔ اُس کی خواہش تھی کہ وہ عیدِ خیام کے ذریعے جلالی بدن کو حاصل کرے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ہی قے میں لت پت ہو کر خوش تھا۔

وہ خودغرض تھا کیوں کہ وہ نینوہ کی بھلائی سے زیادہ اپنی آرام دہ زِندگی سے خوش اور اُس میں دِل چسپی رکھتا تھا۔ وہ اِسرائیل سے محبت رکھتا تھا، لیکن وہ اسُور سے محبت نہیں رکھتا تھا۔ اِس بات نے اُسے نا اہل قرار دے دیا اور عیدِ خیام کی تکمیل کے اُس کے خوابوں کو چکنا چور کر دیا۔ اُسے ابھی تک ضرورت تھی کہ وہ فسح کی جانب جائے تا کہ وہ نجات کے اُس عظیم منصوبے کی وُسعت کو سمجھ سکے جو یسوع نے دُنیا کی نجات کے لیے صلیب پر سرانجام دینا تھا (۱۔ یوحنا ۲:۲)۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ ہم خُدا سے ناراض ہو کر اُس سے متفق نہیں رہ سکتے۔ عیدِ خیام دراصل متفق ہونے کی علامت ہے اور یہ آمین لوگوں کے لیے ہے نہ کہ اُن لوگوں کے لیے جن کے دِل تلخی اور کڑواہٹ سے بھرپور ہیں۔

ایک سو بیس کا عدد

اِس کتاب کی آخری آیات سے ہمیں اِس بات کا علم ہوتا ہے کہ نینوہ کی آبادی ایک لاکھ بیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ بائبل مقدس میں ایک سو بیس کا عدد ہمیشہ رُوح القدس کے نزول سے منسلک رہا ہے۔ سلیمانی ہیکل کے برآمدوں کی اُونچائی ایک سو بیس ہاتھ تھی (۲۔ تواریخ ۳:۴)۔ جب سلیمانی ہیکل میں رُوح القدس کا نزول ہوا تو اُس وقت وہاں ایک سو بیس نرسنگے بجانے والے اور گانے والے تھے (۲۔ تواریخ ۵:۱۲)۔ پنتکست کے

موقع پر بالاخانہ میں ایک سوبیس شاگرد تھے جب رُوح القدس اُن پر نازل ہوا (اَعمال ۱: ۱۵)۔

وسیع تر نبوتی تناظر میں ہم آدم سے لے کر ایک سوبیس یوبلیاں دیکھ چکے ہیں، اور اِس وقت ہم ایک سو اِکیسویں یوبلی کے دَور (۱۹۸۶ /۸۷ سے ۲۰۳۵/۳۶) میں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اخیر زمانے میں رُوح کا عظیم نزول اِسی یوبلی کے دَور میں رونما ہوگا۔

موسیٰ کی زِندگی تارِیخ کا ایک خاکہ تھی جو زمانہ حال تک ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔ اُس نے ایک سوبیس برس کی عمر میں وفات پائی (اِستثنا ۳۴: ۷)، اُس نے اپنی زِندگی کے اِبتدائی چالیس سال مصر میں گزارے۔ پھر اُسے مصر سے نکالا گیا اور اُس نے اگلے چالیس سال کا دَور بیابان میں اِلٰہی تربیت کے لیے گزارا۔ آخر کار اُسے اِسرائیل کو غلامی کے گھر سے باہر نکالنے کے لیے بلایا گیا، اور اُس کے آخری چالیس سال اِسرائیل کو سرزمین موعودہ کی طرف راہ نمائی کرنے میں بسر ہوئے۔

پس تارِیخ کی پہلی چار یوبلیاں ہمیں اَبرہام تک لے آتی ہیں، اگلی یوبلیاں ہمیں مسیح تک لے آتی ہیں جس نے ہمیں غلامی کی قید سے آزاد کرایا۔ تیسرے دَور میں مسیح نے کلیسیا کو بیابان سے گزارا تاکہ موجودہ دَور میں ہمیں وعدے کی سرزمین میں داخل کر سکے۔

محاصل

یوناہ بحالی کا نبی ہے۔ اُس کی زِندگی اور اُس کی نبوت ساری دُنیا کلیسیا اور اِسرائیل کی حالت کو ظاہر کرتی ہے۔ یوناہ کی کہانی شریعت میں بیان کردہ دو کبوتروں (احبار ۱۴) اور دو بکروں کی شریعت کی عملی تکمیل ہے، جو مسیح کے دو بڑے کاموں کو ظاہر کرتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یوناہ کی کہانی اِس حقیقت کو آشکارہ کرتی ہے کہ خُدا دُنیا کو نجات دینے کے اپنے منصوبے پر قائم ہے، قطع نظر اگر کلیسیا کے اندر بے اِعتنائی اور اِختلافات موجود ہیں۔ وہ ہمیشہ سے قادرِ مطلق ہے۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز ۲۹ جنوری ۱۹۵۰ء کو امریکہ کی ریاست انڈیانا کے ایک شہر ماریون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد تھامس نے سیمنری کی تربیت مکمل کرنے کے بعد جنوبی مینیسوٹا میں تین چرچز میں پاسبانی خدمات سرانجام دیں۔ تین سال کے بعد، آپ کا خاندان فلپائن میں خدمت کے لیے بہ طور مشنری چلا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں وہ واپس مینیسوٹا آ گئے۔

اسٹیفن نے مینیسوٹا میں ہائی سکول کی تعلیم حاصل کی اور پھر سینٹ پال بائبل کالج میں دو سال کی تربیت کے لیے چلے گئے، وہاں آپ کی ملاقات اپنی بیوی ڈارلا (Darla) سے ہوئی۔ اِس کے بعد آپ مزید دو سالہ تربیت کے لیے یونی ورسٹی آف مینیسوٹا میں گئے وہاں آپ نے فلسفہ اور لاطینی اور یونانی ادب کا مطالعہ کیا۔ بعدازاں آپ نے اپنی ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں علمِ الٰہیات میں مینیسوٹا سکول آف تھیالوجی سے حاصل کیں۔

اسٹیفن اور ڈارلا کی شادی ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ اُن کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ آپ کے سات پوتے اور پوتیاں اور ایک پرپوتی ہے۔

آپ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء تک بہ طور اسسٹنٹ پاسٹر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر خُدا نے آپ کو بارہ سال کے لیے خدمت میں سے کلامِ خُدا کے عمیق مطالعہ کے لیے بلا لیا۔ اِس وقت کے دوران آپ نے رُوحانی جنگ اور شفاعت میں گہرا تجربہ حاصل کیا۔ ۱۹۹۳ء تک آپ اِس مطالعہ میں محو رہے۔

آپ نے اپنی پہلی تین کتابیں ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء کے دوران لکھیں، لیکن آپ کی زیادہ تر کتابیں ۱۹۹۳ء کے بعد لکھی گئیں۔ آپ نے ۲۰۰۸ء میں ایک بائبل سکول کا نصاب مرتب کرنے کے لیے بائبل مقدس کی مختلف کتابوں کی تفاسیر کا آغاز کیا۔ یہ منصوبہ ۲۰۲۱ء میں مکمل ہو گیا جب آپ نے یسعیاہ کی کتاب پر ایک تفسیر لکھ لی۔ اب آپ ایک

بائبل سکول کو قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جس میں مبشرین، اساتذہ اور پاسٹرز کی تربیت کی جائے۔ آپ سو سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں جو کلامِ مقدس کے اُس مکاشفہ کے مطابق تعلیم دیتی ہیں جو خُدا نے آپ پر ظاہر کیا۔ آپ کی کچھ کتابیں پندرہ سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ آپ بہت سے ممالک میں خُدا کے کلام کی تعلیم دے چکے ہیں جن میں کینیڈا، ہیٹی، ٹرینیڈیڈ، فلپائن، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ شامل ہیں۔

مترجم کے بارے میں

آپ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۴ء کو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں آٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول آٹاوہ سے حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد آپ نے پاکستان آرمی کے شعبہ الیکٹریکل مکینیکل انجینئرنگ (EME) میں بہ طور وہیکل مکینک شمولیت اختیار کی۔ پاکستان آرمی میں رہتے ہوئے آپ نے اپنی پیشہ ورانہ خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے تعلیمی سفر کو بھی جاری رکھا۔ وہاں رہتے ہوئے آپ نے ایف۔اے، بی۔اے، ایم۔اے (اُردو، تاریخ)، بی۔ایڈ، اور ایم۔ایڈ کی ڈگریاں مکمل کیں۔ ۲۰۲۲ء میں آپ نے یونیورسٹی آف سیالکوٹ سے ایم۔فِل (اُردو) کی ڈگری مکمل کی۔ مارچ ۲۰۲۳ء میں آپ نے اسلام آباد سے اپنی پی ایچ ڈی (اردو) کی ڈگری کا بھی آغاز کر دیا۔

۲۰۰۶ء میں آپ نے اپنے مسیحی تعلیم کے سفر آغاز کیا۔ آپ نے پاکستان بائبل کارسپانڈنس سکول سے انگریزی اور اُردو بائبل کورسز مکمل کیے، گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری (پریسبٹیرین سکول آف ڈسٹنٹ لرننگ) سے ڈپلومہ آف تھیالوجی، فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ سے بی۔ٹی۔ایچ، ایم۔ڈیو، اور ڈاکٹر آف منسٹری کی ڈگریاں مکمل کیں۔

مئی ۲۰۲۰ء میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے امریکہ کے ایک بائبل کالج نے آپ کو ڈاکٹر آف ڈونٹی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ آپ وننگ سولز سکول آف تھیالوجی کے پرنسپل کی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ میں بہ طور سینئر ایڈوائزر اور تحقیق اور بائبلی اعداد کی تدریس کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

جون ۲۰۰۵ء میں آپ نے اپنی زندگی خُداوند کو دے دی۔ ۲۰۰۹ء میں آپ کی مخصوصیت پاسٹر کنگ سلے (انگلینڈ) نے کی۔ اور آپ نے اپنے خدمتی سفر کا آغاز کیا۔

۱۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں آپ کی شادی اپنی خالہ زاد سے ڈسکہ میں ہوئی۔ خُدا نے آپ کو دو بیٹیوں (جینفر فیاض اور جیسیکا فیاض) اور ایک بیٹے ابرہام یشوع سے نوازا ہے۔

۲۰۱۲ء میں آپ نے وننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز کا آغاز کیا۔ ۲۰۱۵ء میں آپ نے اپنی ملازمت کو خیر باد کہہ کے کل وقتی خدمت کا فیصلہ کیا۔ اب آپ بائبل اور مسیحی لٹریچر کی مفت تقسیم، بائبل سکول، سنڈے سکول، فری میڈیکل کیمپ، مسیحی بچیوں کے لیے سلائی کی تربیت اور یتیم بچوں کے لیے مفت تعلیم جیسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ دی گڈ شیپرڈ سکول کے پرنسپل بھی ہیں۔ جہاں مسیحی بچوں کے لیے تعلیم و تربیت کا عمدہ بندوبست کیا جاتا ہے۔ یہاں مسیحی بچوں کو دُنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ٹھوس بائبلی تعلیم سے بھی لیس کیا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد مسیحی بچوں کو رُوحانی اور معاشرتی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا اور بالغ بنانا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں مصنف کی تحقیقی عرق ریزی، رُوحانی بلوغت اور پیشہ ورانہ مہارت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ مصنف نے اِس مطالعاتی اور تحقیقی کتاب میں کئی ایک باتوں سے پردہ اُٹھایا ہے۔ یہ کتاب ہمیں بتاتی ہے کہ بائبل مقدس کے واقعات اور اَنبیا کی کہانیاں محض قصے اور داستانیں نہیں ہیں۔ بائبل مقدس (بالخصوص عہدِ عتیق) صرف ماضی کی یادیں نہیں بلکہ یہ خدا کا وہ کلام ہے جس کے تمام واقعات میں مسیح موجود ہے۔

مصنف نے اِس کتاب کے ذریعے یوناہ، نینوہ، یروشلیم، کلیسیا اور مسیح کا تعلق نہایت عمدگی سے واضح کیا ہے۔ ہر کسی کے اپنے خیالات ہو سکتے ہیں، لیکن بلا تعصب اِس کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں اِس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آج ہم بھی یوناہ، نینوہ اور یروشلیم کی مانند ہیں، لیکن خُدا کا شکر ہے کہ رُوح القدس ہمیں اِس جانب لے کر جاتا ہے جہاں ہم مسیح کی عقل رکھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

خادم

ایلڈر کامل ناصر

ماڈریٹر یو۔پی کلیسیائے پاکستان

یوناہ بہ طور ’’بحالی کا نبی‘‘ محض ایک تاریخی بیان نہیں بلکہ ایک رُوحانی دعوت ہے جو انسان کو توبہ، فضل، رحم اور بحالی کے اِلٰہی پیغام اور زندہ خُدا کی طرف بلاتی ہے۔ اِس کتاب میں ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز نے اِس نبوت کی رُوحانی گہرائی کو نہایت حکمت اور سادگی سے بیان کیا ہے۔

ڈاکٹر فی ایل رشید

ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)
مریم صدیقہ ٹاؤن، چن دا قلعہ، گوجرانوالہ 0300-7499529, 0346-2448983